ایک عظیم صحابیِ رسولؐ
بلال رض
ابن رباح
ڈاکٹر محمد عبدالرؤف

بلال رض

ابن رباح

– ایک عظیم صحابي رسولؐ

مصنف : ڈاکٹر محمد عبدالرؤف
مترجم: زاهد نیاز خواجه

کتاب : بلال ابن رباح

مصنف : ڈاکٹر محمد عبد الرؤف

مترجم : زاهد نیاز خواجه

پته : فلیٹ نمبر ۸، دوسری منزل،
شان آرکیڈ، ۲۴ سوك سینٹر،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاهور۔

اشاعت : سوم

سن : ستمبر ۲۰۰۲

تعداد : ایك هزار

قیمت : ۹۹ روپے

نفس کی غلامی سے
رہائی کے نام ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ...

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے! ہمیشہ کے لئے درود و سلام اسکے پیغمبر محمدؐ پر (آمین)

اللہ ایک ہے، اسکا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اسکے رسول ہیں۔

"... پھر بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ رسولؐ اللہ اور ان کے پیچھے حضرت بلالؓ دروازے کے اندر سے نمودار ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا اور وہ اذان دینے کیلئے کعبہ کا غلاف پکڑ کر چھت پر چڑھنے لگے۔

وہاں پر موجود ہر آنکھ انکا تعاقب کر رہی تھی اور کافروں کے ذہنوں میں یہ سوال ابھر رہا تھا:
"یہ حبشن کا بیٹا کیا کرنے جا رہا ہے؟"

مگر وہ خاموش تھے۔ انکے خیال میں کچھ نہ کچھ ہونے والا تھا کیونکہ بلال نے متبرک کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر انکے مقدس گھر کی بے حرمتی کر کے انکے خداؤں کی ناراضگی مول لے لی تھی۔ لہٰذا شاید بلال کو آگ آن دبوچے اور وہ جل جائے۔

وہ دیکھتے رہے اور حضرت بلالؓ دیوار پر بغیر کسی رکاوٹ کے چڑھتے چلے گئے۔ ان کے خدا اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے بظاہر مضبوط لمبے لمبے بازو پھیلائے اب بھی چپ چاپ کعبہ کے اردگرد بے بس کھڑے تھے۔ حضرت بلالؓ کو کوئی آگ نہ لگی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیت اللہ کی چھت

پر پہنچ گئے۔

انہوں نے اپنے جسم کو سیدھا کیا، لمبا سانس لے کر مکہ کی تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھری اور اپنے پُرعزم کھنکھناتے لہجے میں بآوازِ بلند اذان دینی شروع کی:

الله اکبر! الله اکبر!

الله اکبر! الله اکبر!

اشهد ان لا اله الا الله!

اشهد انّ لا اله الا الله!

اشهد ان محمد رسول الله!

اشهد ان محمد رسول الله!

وہ اذان دیتے چلے گئے... اور اس دوران مشرکین نے حضرت علیؓ کو رسولؐ اللہ کی ہدایت پر ان کے خداؤں کو یکے بعد دیگرے نیست و نابود کرتے ہوئے دیکھا۔ اذان ختم ہوگئی... اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے شریک بھی!"

ڈاکٹر محمد عبدالرؤف، انگریزی میں تصنیف شدہ کتاب 'بلالؓ ابنِ رباح' کے مصنف، نہایت مشہور و مقبول اسلامی عالم ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تحریر میں اسلامی تاریخ کے فتح مکہ پر مبنی ان لمحات کو نہایت خوبصورتی سے قلمبند کیا ہے، جن میں ایک رہا شدہ غلام حرمت والے گھر کی چھت پر کھڑا ہو کر کافروں اور بت پرستوں کی دائمی شکست کا اعلان کرتا ہے۔

یہ واقعہ ان بے شمار واقعات میں سے ایک ہے جو اس کتاب میں جابجا پھیلے ہوئے ہیں اور جن میں گہرے جذبات اور سچے حقائق کی ترجمانی نہایت مؤثر انداز میں کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالرؤف نے حضرت بلالؓ کی مظلومی کی حالت میں پیدائش سے لے کر غلامی تک اور غلامی سے لے کر آخری نبی محمدؐ ابن عبداللہ کے مؤذنِ اعلیٰ کی حیثیت تک ترقی کے حالاتِ زندگی کو نہایت وضاحت سے تحریر کیا ہے۔

یوں تو حضرت بلالؓ کے کارناموں کے بارے میں اور بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن ڈاکٹر محمد عبدالرؤف نے حدیث اور دوسرے حوالوں سے اسلام اور اس سے پہلے کے دور کے

حالات و واقعات کو ایسے ٹھوس انداز میں پیش کیا ہے جو صرف ایک حقیقت ہی ہو سکتی ہے اور یہ خوبی دوسری تحریروں میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

ڈاکٹر محمد عبدالرؤف کی حضرت بلالؓ کے بارے میں یہ تحقیق مغربی تہذیب کیلئے بالخصوص فائدہ مند ہے جو اب ذات پات اور جماعتی تفریق کے گھناؤنے الجھاؤ سے باہر نکلنے کی کوشش تو کر رہے ہیں لیکن ابھی تک خوف اور لاعلمی کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں۔ یہ تحقیق اس وقت آئی ہے جب سیاہ فام قومیں اور افریقی نژاد لوگ ایک مرتبہ پھر دنیا کے اہم عہدوں پر متعین ہونے لگے ہیں۔ لہٰذا، جیسا کہ ڈاکٹر عبدالرؤف نے ڈرامائی انداز میں بیان کیا ہے، دنیا کے ان کم حیثیت لوگوں کی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر اپنی حکومتوں کو متوازن اور مستحکم بنانے کی کوششوں میں شرکت کو حضرت بلالؓ کی جدوجہد سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔

حضرت بلالؓ کے حالاتِ زندگی امریکی باشندوں کے لئے خاص طور پر سبق آموز ہیں جہاں اقلیتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اپنے روحانی جذبات، اپنے اسلامی عقیدے اور اپنے افریقی نژاد ہونے کو ظاہر کرنے کے لئے خود کو 'بلالین' کہنے لگی ہے۔ اس کتاب میں درج حضرت بلالؓ کی مثال اور مغرب میں 'بلالی جماعت' کے ظہور پذیر ہونے سے ایسا لگتا ہے جیسے بت پرست ایک مرتبہ پھر اپنے خداؤں (نفرت، لالچ، شہوت اور دنیا داری) کو اجاگر کریں گے اور ماضی میں غلامی کرنے والے لوگ اپنی اذان کی آواز سے ایک مرتبہ پھر ان بتوں کو توڑ ڈالیں گے۔

ڈاکٹر عبدالرؤف کی یہ کتاب یقیناً دور اندیشی پر مبنی ہے۔ یہ ان تمام لوگوں کو ضرور پڑھنی چاہئے جو حق اور انصاف کے متلاشی ہیں۔

برادر گاہتھ نور کاشف
بلالین نیوز
واشنگٹن بیورو چیف

حرفِ اوّل ...

حضرت بلالؓ رسولؐ اللہ کے ابتدائی معروف ساتھیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی حقیر معاشرتی حیثیت کے باوجود بے انتہا عزت وشہرت کمائی۔

حضرت بلالؓ کی طاقت کا مرکز انکا اپنے ایمان پر پختہ یقین تھا جس نے انہیں اپنے ظالم آقا کے مظالم ہنسی خوشی سہنے کا عادی بنا دیا۔ آخر کار وہ آزاد ہو گئے اور انکا آقا ذلت و رسوائی کی موت مرا۔

حضرت بلالؓ ابن رباح کی داستانِ حیات ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں تجارتی شہر مکہ میں ایک خاص ڈگر پر چلنے والے معاشی اور معاشرتی نظام کے تحت اسلام کے ظہور پذیر ہونے اور پھر لوگوں میں اسکے متعارف کئے جانے سے وابستہ ہے۔ ان دنوں مکہ شمالی عرب کو جنوب میں واقع شام کے ساتھ ملانے والی تجارتی شاہراہ کے عین درمیان میں واقع ایک نہایت خوشحال شہر تھا۔ اس تجارتی شاہراہ نے مکہ کو قدیم شہر مآرِب سے ملا رکھا تھا جو صابیؤں کا دارالخلافہ تھا۔ اس زمانے میں صابی شمالی سمندر، یروشلم اور شام کے دوسرے کئی اہم شہروں پر قابض تھے۔ تجارتی قافلے اس راہ گزر کو مصالحہ جات، خوشبویات، پارچہ جات، تلواروں، ریشم، غلاموں، چاندی اور سونے کی تجارت کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ مکہ مشرقی افریقہ سے بحیرۂ احمر کی طرف لے

جائے جانے والے مال کے لئے ایک سر راہ تجارتی منڈی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اہلِ مکہ اپنے شہر کی اس تجارتی حیثیت کا پورا فائدہ اٹھاتے، مکہ سے گزرنے والے غیر ملکی تاجروں کی خوب آؤ بھگت کرتے اور اس طرح اپنے شہر ہی میں بیٹھے بٹھائے بین الاقوامی تجارت میں شریک ہو جاتے۔ اسکے علاوہ وہ خود اپنے تجارتی قافلے دنیا کی ہر سمت بالخصوص شمال میں یمن اور جنوب میں شام کی طرف روانہ کرتے جس سے وہ بے انتہا دولت اور شہرت کماتے۔

پرانے زمانے سے مکہ کی ایک دینی اہمیت بھی تھی جس سے اہلِ مکہ کو کئی روحانی اور معاشی فوائد حاصل تھے۔ یہ مکہ ہی تھا جہاں اللہ کے دو پیغمبر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کی عبادت کے لئے اسکا گھر کعبہ بنایا۔ حج بیت اللہ کے فریضہ کی بنیاد بھی انہی کے زمانے میں پڑی۔

گو کعبہ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور انکے درمیان اور انکے بعد آنے والے پیغمبروںؑ کے حقیقی اللہ کی عبادت گاہ تھا تاہم وقت گزرنے کے ساتھ بعد میں آنے والی عرب نسلوں نے دینِ ابراہیمی کو بگاڑ کر مکہ میں بت پرستی کی بنیاد رکھ دی۔ یہ بت پرستی بہت جلد دینِ واحد کی شکل اختیار کر گئی اور اس طرح کعبہ بت پرستی کا مرکز بن گیا۔ پھر بھی حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کا رواج برقرار رہا۔ لہٰذا ہر سال ہزاروں زائرین مکہ آتے رہے اور اپنے ساتھ تجارتی مال بھی لاتے رہے۔ مکہ شہر کے مختلف حصّوں میں اس تقریب پر جا بجا منڈیاں اور میلے لگائے جاتے جن میں عرب کے گوشے گوشے سے تاجر، شاعر اور مقرر آ کر شرکت کرتے اور اس طرح یہ میلے معاشرتی اور ادبی سرگرمیوں کے لئے مل بیٹھنے کے بہترین مواقع فراہم کرتے۔

ملک کی خوشحالی کی بدولت وہاں ایک آمرانہ طبقہ نے جنم لے لیا جو اپنے وسائل اور دوسرے ملکوں سے درآمد شدہ یا پھر مکہ کے بازاروں سے خرید کردہ غلاموں کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے بے دریغ استعمال کرتا تھا۔ یہ غلام اپنے آقاؤں کے نہایت قیمتی اثاثے تھے۔ ان کو چھوٹے چھوٹے کاموں سے لے کر بھاری بوجھ اٹھانے تک اور پھر اپنے آقاؤں کے مفاد کی حفاظت کرنے کی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ کچھ غلام ابتدا میں آزاد مرد، عورتیں یا بچے تھے جو یا تو اغوا ہونے اور یا پھر طلوعِ اسلام سے پہلے عربی قبیلوں کی لڑائیوں میں قید ہو جانے کے بعد غلام بنا دیئے گئے، جبکہ کچھ دوسرے پیدائشی غلام تھے۔ غلام چاہے پیدائشی ہوتا یا بازار میں بیچا گیا اغوا شدہ آزاد شخص، اسکے لئے ایک مرتبہ غلام بن جانے پر آزادی حاصل کرنا ناممکن ہوتا کیونکہ اسکا آقا اپنی حیثیت اور طبیعت کی

وجہ سے اسکوآزاد کرنے کا تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ نہایت غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا۔ انکو بھوکا رکھنے کے علاوہ زندگی کی کئی دوسری ضرورتوں سے بھی محروم رکھا جاتا تھا اور ان کو جانور تصوّر کیا جاتا تھا۔

غلاموں کی حقیر حیثیت کی وجہ سے انہیں اکثر غیر اخلاقی یا گستاخی پر مبنی ناکردہ جرائم میں ملوث کردیا جاتا اور پھر ان کو چھڑی یا کوڑوں سے بے دریغ پیٹا جاتا۔ آقا اپنے غلام کے ساتھ جو سلوک چاہتا بے خوف وخطر کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قتل بھی کرسکتا تھا۔ لہٰذا ایسا بہت ہی کم ہوا کہ اس زمانے میں رائج نظام کے تحت کسی غلام نے کوئی ممتاز حیثیت حاصل کی ہو۔ یہ صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ وہ غلام یا تو غیر معمولی جسامت یا پھر کسی اور اچھوتی خوبی کا مالک ہو۔

قبیلہ بندی اہلیانِ مکہ کا معاشرتی تقاضہ تھا۔ لہٰذا وہ مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ وہ سب درحقیقت ایک عظیم الشان خاندان قریش سے وابستہ تھے اور یوں انہیں ذاتی مفادات اور بیرونی خطرات سے تحفظ کی ضرورت نے یکجا کیا ہوا تھا۔ وہ بتوں اور تصویروں کو پوجتے تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا علیحدہ خدا تھا جو انکے رواج کے مطابق انکے قبیلے کے افراد کی ہم آہنگی اور مضبوطی کا نشان تھا۔ اسکے علاوہ انکے عالمگیر خدا بھی تھے جن کا احترام اور پرستش نہ صرف اہلِ قریش بلکہ عرب کے تمام قبائل کرتے تھے۔ یہ عالمگیر خدا کعبہ کے اندر اور اسکے اردگرد نصب کئے گئے تھے۔ غرور اور تکبر قبائل کے مرد افراد کا خاصہ تھا اور یوں عام رواج کے مطابق صرف لڑکوں ہی کی طرف داری کی جاتی تھی کیونکہ عربوں کا کہنا تھا کہ لڑکے لڑکیوں کی نسبت کمانے اور قبیلے کی آبرو بچانے کا ذریعہ ہیں۔ وہ عورتوں کو ناپسند کرتے تھے اور ان سے حقارت سے پیش آتے تھے۔ وہ کبھی کبھار اپنی نوزائیدہ لڑکیوں کو زمین میں زندہ دفن کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ وہ اپنی دنیاوی کامیابیوں پر فخر محسوس کرتے تھے، ادنیٰ طبقے کے افراد کو دباتے تھے اور ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ شراب، جُوا اور زنا انکے پسندیدہ ترین مشاغل تھے۔

جب محمدؐ ابن عبداللہ، اللہ کے آخری نبیؐ نے ۶۱۰ عیسوی میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور مشرکینِ مکہ کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے، بتوں کی پرستش چھوڑنے، اپنی غیر اخلاقی وغیر انسانی عادات سے باز آنے اور انسانی قدروں سے گرے ہوئے عقیدوں کو ترک کرنے کی دعوت دی تو کافروں نے متحدہ طور پر اس دعوتِ عظیم کو رد کردیا۔ رسولؐ اللہ کو تنگ کرنا شروع کردیا

اور آپؐ کے قتل کے منصوبے بھی بنانے لگے۔ حضرت بلالؓ کا شمار اِن چند لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے نئے دین کی سچائی کو فوراً پہچان لیا اور اس طرح انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد دوسرا بالغ مسلمان مرد بننے کی سعادت حاصل کی۔ جب حضرت بلالؓ کے آقا اُمیہ نے یہ خبر سُنی کہ حضرت بلالؓ بتوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ واحد پر ایمان لے آئے ہیں تو اسکا غصّے سے ایسا بُرا حال ہوا... جو بیان سے باہر ہے۔

قبل از اسلام...

حضرت بلالؓ ابن رباح ان معدودے چند غلاموں میں سے ایک ہیں جنہوں نے مکہ میں اسلام متعارف ہونے سے پہلے ہی اپنا ایک مقام بناتے ہوئے شہرت حاصل کی۔ انکے آقا کا نام اُمیہ ابن خلف تھا۔ وہ مکہ کے ایک طاقتور قبیلہ جمح کا سردار تھا۔ حضرت بلالؓ مکہ میں اسلام پھیلنے سے تیس برس قبل مکہ ہی میں پیدا ہوئے۔ انکے ماں باپ بھی غلام تھے، لہٰذا وہ غلام ابن غلام تھے۔ اسکے باوجود جوان ہونے پر ان کی شخصیت ٹھوس کردار اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کا مجموعہ تھی۔ انکے جسم کی بناوٹ مضبوط، قد لمبا، رنگ سیاہی مائل، ناک ستواں، آنکھیں روشن اور جلد چمکتی ہوئی تھی۔ انکی آواز گہری، گونجدار اور مترنم تھی۔ ذہانت، عزتِ نفس اور خودداری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ انکی داڑھی دونوں رخساروں پر پھیلی ہوئی نہ تھی بلکہ پتلی تھی۔

حضرت بلالؓ اپنے ان خصوصی اوصاف کی وجہ سے نہ صرف اپنے آقا کے قبیلے میں بلکہ تمام اہلیانِ مکہ میں مقبول تھے۔ انکا آقا انکی ذاتی قابلیت اور ایمانداری کی وجہ سے ان پر بھرپور اعتماد کرتا تھا، لہٰذا اس نے اپنے قبیلے کے بیرونی ممالک جانے والے تجارتی قافلوں کی نمائندگی حضرت بلالؓ کو سونپ رکھی تھی۔ حضرت بلالؓ کی مقبولیت میں انکی سحر انگیز آواز کا بہت دخل تھا۔ وہ اکثر اہلِ مکہ کو جب وہ رات کے وقت کھلی فضا میں، چاند کی روشنی میں، ستاروں کے نیچے دوستانہ ماحول میں جمع ہوتے، اپنی باتوں سے لبھاتے۔ اور اسی طرح جب وہ یمن اور شام کو

جانے والے تجارتی قافلوں میں شامل ہوتے تو تھکے ماندے مسافروں کا اپنی پرکشش اور زندگی سے بھرپور دل موہ لینے والی باتوں سے دل بہلاتے ۔ اسی لئے حضرت بلالؓ کو ہر محفل میں مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ خوش آمدید کہا جاتا تھا۔

حضرت محمدؐ کو نبوت ملنے کے کچھ عرصہ پہلے مکہ کا ایک قافلہ شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس قافلے میں حضرت بلالؓ کے علاوہ مکہ کے ایک ممتاز تاجر حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی سفر کر رہے تھے۔ وہ حضرت بلالؓ کے تھکے ہوئے مسافروں کو تروتازہ کرنے کے کمال سے بے حد متاثر ہوئے ۔ وہ انکو پسند کرنے لگے اور پھر اس سفر کے دوران دونوں دوستی کے مضبوط رشتے میں بندھ گئے ۔

یہی سفر تھا جس میں حضرت بلالؓ کو اپنے موجودہ دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہونے شروع ہوئے ۔ انہوں نے شام میں ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کلیسا کی طرف جاتے دیکھا۔ وہ بھی انکے ساتھ ہو لئے ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کلیسا کے راہب سے ملے اور اس سے اپنے ایک خواب کی تعبیر معلوم کرنی چاہی ۔ راہب نے انکا خواب سننے کے بعد ان سے انکے علاقے، قبیلے اور پیشے کے بارے میں تفصیل دریافت کی ۔ جب اس نے سنا کہ آپ مکہ سے ہیں، قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور تجارت سے منسلک ہیں، تو اس نے کہا:
"اگر تمھارا خواب سچا ہے تو اپنے درمیان آنے والے نبی پر تم پہلے ایمان لانے والے مرد ہو گے اور اسکے وصال کے بعد حکومت کی ذمہ داری تمہیں سونپی جائے گی ۔"

حضرت بلالؓ یہ بات سن کر بہت حیران ہوئے اور انہوں نے پوچھا:
"نبی! یہ کیا ہوتا ہے؟"

"اللہ کا پیغام پہنچانے والا ۔" راہب نے جواب دیا۔

"اللہ کا پیغام! اسکا کیا مطلب ہے؟" حضرت بلالؓ نے حیرانگی سے دوبارہ سوال کیا۔

"اللہ نبی کو بھٹکے ہوئے انسانوں کو صحیح راستہ دکھانے کے لئے اپنا پیغام دے کر انکے درمیان بھیجتا ہے ۔" راہب نے کہا۔

"اس پیغام رساں کو کون بھیجے گا؟ ہبل، لات، عزیٰ، اساف، نائلہ اور یا پھر کعبہ کے دوسرے خداؤں میں سے کوئی اور؟" حضرت بلالؓ نے پھر سوال کیا۔

"ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ اسکو زمین وآسمان کا خالق بھیجے گا، جو لاشریک ہے۔ وہ اپنے نبی کو ذمہ داری سونپے گا کہ وہ انسانوں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اذن دے، انسانوں کو نیکی اور بھلائی کا راستہ دکھائے اور بتوں کو فنا کر دے۔" راہب نے جواب دیا۔

حضرت بلالؓ یہ سن کر چونکے اور انہوں نے آہستہ سے کہا:

"بتوں کو فنا کر دے؟"

راہب نے جواب دیا:

"ہاں۔ وہ ان تمام خداؤں کو ختم کر ڈالے گا۔ ہبل، لات، عزیٰ، اساف، نائیلہ اور منات۔"

کعبہ یا دوسری حرمت والی جگہوں پر رکھے گئے یہ بت پرستش کے لحاظ سے نہایت اہم سمجھے جاتے تھے۔ ان میں عقیق سے بنائے گئے قد آور ہبل کی بے حد تعظیم کی جاتی تھی۔ اسکا دایاں بازو ٹوٹ چکا تھا اور اس ٹوٹے ہوئے بازو کو سونے کے بازو سے بدل دیا گیا تھا۔ یہ تمام بت حضرت بلالؓ کے آقا کے قبیلے، اہلِ مکہ اور عرب بھر میں قابلِ احترام خدا سمجھے جاتے تھے۔ حضرت بلالؓ نے چونکہ مکہ میں اسی ماحول میں پرورش پائی تھی، اس لئے وہ بھی دل و جان سے ان ہی خداؤں کی پوجا کرتے تھے، لہٰذا وہ ان بتوں کے خلاف کسی قسم کے توہین آمیز کلمات سننا برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ حسبِ دستور اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے کعبہ گئے تھے اور مروجہ رسم کے تحت ان تمام بتوں کی پوجا کی تھی۔ وہ ہبل کے قدموں میں سجدہ ریز بھی ہوئے تھے اور اسکے بعد سر جھکا کر اس سفر پر جانے یا نہ جانے کی فال بھی نکلوائی تھی۔ یہ اہلِ مکہ کا دستور تھا جس کے تحت کوئی بھی کام کرنے سے پہلے ہبل کی منظوری یا نامنظوری معلوم کرنے کے لئے اسکے مجاور سے الہامی تھیلے سے تیر نکلوایا جاتا تھا۔ اگر تیر پر ہاں لکھا ہوتا تو اسے ہبل کی طرف سے اجازت کی علامت سمجھا جاتا اور نفی کی صورت میں اس کام کو کرنے سے باز رہنے کا اشارہ سمجھا جاتا۔

چنانچہ حضرت بلالؓ کی اپنے دین سے محبت کی بنیاد پر ان خداؤں پر تنقید کا ناگوار گزرنا تو طے تھا، اوپر سے ستم یہ کہ انکو انکی تباہی کی پیشین گوئی بھی کر دی گئی۔ پھر بھی انہوں نے یہ سب بہت تحمل سے سنا اور بعد میں جب وہ اپنے جذبات پر قابو پا چکے تو انہوں نے دل ہی دل میں اپنے اور ان لکڑی و پتھر کے بتوں کے رشتہ کے بارے میں بے شمار سوال کئے۔

اس سفر سے واپسی پر حضرت بلالؓ حسبِ معمول اپنے سفر کی کامیابی اور اپنے مالک اور قبیلے کے

لئے منافع کے حصول کا شکریہ ادا کرنے ان خداؤں کے پاس گئے۔ وہ ان بتوں کے سامنے کھڑے اظہارِ تشکر کر رہے تھے تو انکو شام میں راہب سے ملاقات اور اپنے دین کے بارے میں اسکی باتیں یاد آئیں۔ انہوں نے اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولا اور ہبل کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا:

"ہبل اگر اتنا ہی عظیم خدا ہے جتنا کہ مشہور ہے، تو یہ اپنی اور اپنے بازو کی حفاظت کیوں نہ کر سکا اور اگر اسے یہ نقصان پہنچ ہی گیا تھا تو اسے اپنا جسم جوڑنے کے لئے دوسروں کی مدد کیوں لینی پڑی؟ کیا واقعی ہبل اور دوسرے خدا میری دعاؤں کو سنتے ہیں اور میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

اس موقع پر حضرت بلالؓ ذہنی کشمکش کا شکار ہو گئے، جس کی وجہ سے وہ اضمحلال اور فکرمندی میں مبتلا ہو گئے لیکن ان کی یہ پریشانی زیادہ دیر نہ رہی اور جلد ہی ختم ہو گئی۔

قبولِ اسلام...

حضرت بلالؓ کئی ہفتے اور یا پھر کئی مہینے اپنے دل میں کچھ تلاش کرتے رہے لیکن پھر بھی مکہ کے خداؤں کے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کر سکے۔ انکو قطعاً یہ علم نہ تھا کہ حضرت محمدؐ ابن عبداللہ، جو اپنی ایمانداری اور نیک عادات کی وجہ سے شہر بھر میں مشہور تھے، پر حقیقت کھل چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا پیغام رساں اور آخری نبی بنا کر لوگوں کو سچ بتانے اور انہیں صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے کی تعلیم دینے کی ذمہ داری سونپ دی ہے۔ حضرت بلالؓ اپنی موجودہ پریشانِ حال ذہنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ان کے نصیب میں نہ صرف نئے دین کا ایک اہم رکن بننا بلکہ رسولؐ اللہ کے قریبی اور نہایت قابلِ اعتبار ساتھیوں میں شمار ہونا لکھا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں شروع شروع میں حضرت محمدؐ نے صرف خاص اور ایسے معدودے چند اصحاب کو اسلام کی دعوت دی جن پر انہیں پورا بھروسہ تھا اور جن سے وہ کسی لڑائی جھگڑے کی توقع نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سب سے پہلے اپنی وفادار بیوی حضرت خدیجہؓ کو، پھر اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کو، پھر اپنے نوجوان چچازاد بھائی حضرت علیؓ کو اور پھر اپنے جان نثار جگری دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنا رازدان بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ صرف دولت مند بلکہ ایک مثالی شخصیت بھی تھے۔ ان کے کردار، سخاوت اور عربوں کے

شجرۂ نسب کے علم کی وجہ سے ان کی بے حد عزت کی جاتی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ کو حضرت محمدؐ ابن عبداللہ اور انکی رسالت کے بارے میں کیسے علم ہوا۔

ہوا یوں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے، جن کی حضرت بلالؓ سے شام کے سفر کے دوران دوستی ہو چکی تھی، بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ وہ حضرت محمدؐ کو برسوں سے جانتے تھے اور ان سے اپنی ذات ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ دونوں تقریباً ایک ہی عمر کے تھے۔ اور ان میں کئی قدریں مشترک تھیں۔ دونوں بلند کردار تھے، بتوں کی پوجا سے اجتناب کرتے تھے، شراب اور دوسری رائج خرافات سے گریز کرتے تھے۔ وہ دونوں ذمہ دار، سخی، مخیّر اور ایماندار تھے۔ اسی لئے جب رسولؐ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اس نئے دین کو نہ صرف فوری طور پر قبول کیا بلکہ اپنی ذات کو اس کے لئے وقف کر دیا۔ لہٰذا انہوں نے اس دین کی اطلاع ان قابلِ اعتبار لوگوں تک پہنچانی شروع کی جن کو وہ پسند کرتے تھے۔ اس طرح انہوں نے کئی ممتاز ہستیوں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ جن میں عشرہ مبشرہ کے صحابہؓ کرام تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ حضرت بلالؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ذریعے اسلام قبول کرنے والے پہلے شخص تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ رات کے وقت قبیلہ جمح کے غلام خانوں میں چپکے سے پہنچے اور حضرت بلالؓ کی کوٹھڑی کی دیوار میں ایک سوراخ کے ذریعے انہیں احتیاط اور آہستگی سے آواز دی:
"بلال! بلال!"

حضرت بلالؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی آواز پہچان گئے۔ وہ انکی اتنی رات گئے غیر متوقع آمد پر بہت حیران ہوئے اور کوئی جواب دینے سے پہلے سوچ میں پڑ گئے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اس وقت انکے گھر آنے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لئے انتظار کی یہ گھڑیاں نہایت اہم اور مشکل تھیں۔ اگر کوئی انکو اتنی رات گئے غلام خانوں کے نزدیک دیکھ لیتا تو وہ اسے دہاں اپنی موجودگی کا کیا جواز دے سکتے تھے؟ بالآخر کچھ ہی دیر بعد ان کو دبا دبا سا شور سنائی دیا اور حضرت بلالؓ نے اپنی کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر ان کو گھر کے اندر آنے کی دعوت دیتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا:
"ابو بکر! کیا بات ہے؟"

"میں تمہارے لئے ایک نہایت اہم مگر اچھی خبر لایا ہوں۔"

" کیا تم صبح تک انتظار نہیں کر سکتے تھے ؟"

" نہیں بلال ! میں تمہیں یہ بات تمہارے آقا کی موجودگی میں نہیں بتا سکتا تھا اور یہ بات اسکے کانوں تک پہنچنی بھی نہیں چاہیئے ۔"

"بات کیا ہے؟"
" نبی کا ظہور ہو گیا ہے ۔"
" نبی ؟"
"ہاں بلال !"
" وہ کون ہے؟"
" عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ۔"
"یہ سب کیسے ہوا ؟" حضرت بلالؓ نے حیرانگی سے پوچھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا:
" آپؐ نے مجھے مخاطب کر کے کہا: 'اے ابوبکر ! مجھے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خوشخبری دینے اور مشرکوں کو تنبیہ کرنے کے لئے بھیجا ہے ۔ میں اپنے بزرگ ابراہیمؑ کے دین کی تکمیل کے لئے نبی مقرر کیا گیا ہوں ۔' میں نے جواب میں کہا: 'میں جانتا ہوں آپؐ حق پر ہیں ۔ کیونکہ آپؐ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتے اور نہایت ایماندار، رحم دل اور با کردار شخصیت ہیں ۔ آپؐ یقیناً اس عظیم کام کیلئے موزوں ترین ہیں ۔ آپؐ اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایئے اور مجھے اپنی بیعت کرنے دیجئے ۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے اپنی زندگی کو اس کارِ خیر کے لئے وقف کر دیا۔"

حضرت بلالؓ نے حیرت سے پوچھا:
"آپ نے اتنی جلدی ان کا یقین کر لیا ؟"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا:
"بالکل بلال !"

حضرت بلالؓ نے کہا:
"یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ محمدؐ عزت، شہرت اور یا پھر دولت کے متلاشی ہوں۔"

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا:
"نہیں بلال! میں محمدؐ ابن عبداللہ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپؐ کو اس سلسلے میں خدیجہؓ کی بے پناہ دولت کی وجہ سے کوئی تنگی نہیں اور جہاں تک شہرت کا سوال ہے، انہیں اسکی بھی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ انکا قریش سے منسلک ہونا ہی انکے لئے کافی ہے۔"

یہ سن کر حضرت بلالؓ سوچ میں پڑ گئے پھر انہوں نے گفتگو کا سلسلہ جاری کرتے ہوئے پوچھا:
"آپؐ کی دعوت کے احکامات کیا ہیں؟"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواباً کہا:
"آپؐ بے جان بتوں سے بے زاری اور علیحدگی کی دعوت دیتے ہیں، صرف اللہ واحد کی عبادت کرنے کو کہتے ہیں جس نے یہ دلکش آسمان، چمکتے ستارے، روشن سورج، پُرنور چاند، تیرتے ہوئے بادل، وسیع صحرا، پانی، باغات، سمندر، دریا اور تازہ ہوا جیسی نعمتیں تخلیق کیں۔ بلال، میرے دوست! آپؐ کی دعوت میں غلام اور آقا میں کوئی فرق نہیں۔ وہ ان دونوں کا درجہ اللہ کے نزدیک برابر بتاتے ہیں۔ آپؐ کے نزدیک نیک اعمال انسان کو بہتر سے بہتر بناتے ہیں۔ انسان اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ ہی اس تک پہنچنے کے لئے کسی درمیانی رابطے یا واسطے کی ضرورت ہے۔ آپؐ تمام لوگوں اور بالخصوص رشتہ داروں اور غریبوں سے رحمدلی اور باہمی پیار، محبت اور نرمی سے پیش آنے کا سبق دیتے ہیں اور نیک عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپؐ لاپرواہی برتنے اور نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے سے منع کرتے ہیں۔ پیارے بلال! آپؐ کی دعوت اس دنیا میں خوشی اور آخرت میں جزا کا پیغام ہے"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو سر جھکا کر انکی گفتگو پر غور کرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا:
"بلال! اس نئے دین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ابوبکر! میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا!"

سمجھ میں کچھ نہیں آرہا؟ میرا تو خیال تھا یہ پیغامِ حق سن کر تم اتنے ہی خوش ہو گے جتنا کہ میں ہوا

ہوں اور یا شاید مجھ سے بھی زیادہ، کیونکہ یہ دین مساوات کا حامی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں غلام اور آقا سب برابر ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس بلال کی ذہانت کا میں قائل ہوں وہ کہے کہ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کیا تمہیں قریش کے فضول عقیدے کی یا انکے لاتعداد جھوٹے خداؤں کی بقا کی فکر ستا رہی ہے؟ کیا تم اللہ کے مقابلے میں ان پتھر کے بے جان بتوں کی پرستش کو ترجیح دے رہے ہو جو دوسروں کا کیا اپنا بھی کچھ نہیں سنوار سکتے؟ یاد رکھو! اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ہمیشہ رہنے والا، قادر مطلق اور ناظر ہے۔ اسکو کسی کی ضرورت نہیں لیکن اسکے سب محتاج ہیں۔ وہ پیدا کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ پھر اس پیغام میں کیا پیچیدگی ہے کہ یہ تمہیں سمجھ نہیں آ رہا؟"

" نہیں ابو بکر، نہیں! میں محمدؐ کے دین کا مقابلہ قریش کے جھوٹے دین کے ساتھ نہیں کر رہا۔ شام سے واپس آنے کے بعد میرے دل میں انکے خداؤں کے لئے کوئی عزت نہیں رہی لیکن اسکے باوجود دین کو راتوں رات بدل لینا، چاہے وہ بہتر ہی کیوں نہ ہو، بہت مشکل کام ہے۔"

" تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر یہ قبیلہ قریش کا کوئی آدمی کہتا تو بات میں وزن بھی ہوتا کیونکہ اہلِ قریش اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملے ہوئے دین کو بدل کر اپنی عزتِ نفس کو مجروح کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر سکتے ہیں۔ لیکن تم! تمھارے لئے ان بتوں کی کیا اہمیت ہے؟ وہ تمھارے بزرگوں سے تو وابستہ نہیں!"

حضرت بلالؓ نے قدرے توقف سے فیصلہ کن انداز میں کہا:
" مجھے اب ان خداؤں کی کوئی پرواہ نہیں۔ میری طرف سے یہ سب بے شک تباہ کر دیئے جائیں۔"

" پھر یہ ہچکچاہٹ کیوں؟ بلال! کلمہ ' اشهد ان لا اله الا الله و اشهدان محمد رسول الله ' پر ایمان لے آؤ۔"

حضرت بلالؓ نے کچھ دیر کے لئے سوچا پھر انہوں نے بغیر کسی مزید ہچکچاہٹ کے یقینِ کامل سے بھرپور ٹھوس آواز میں اس کلمہ کو دہرایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اطمینان کی سانس لی۔ خوش ہو کر انہوں نے حضرت بلالؓ کا ماتھا چوما

اور ان سے رخصت ہوتے ہوئے کہا:
"میں کل شام کو تمھارا گھر پر انتظار کروں گا۔ پھر ہم اکٹھے محمدؐ کے پاس چلیں گے تاکہ تم ان کی بیعت کرلو۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ جلد ہی نظروں سے اوجھل ہو گئے لیکن حضرت بلالؓ جہاں کھڑے تھے وہاں اپنی سوچوں میں گم ساکت کھڑے رہے۔ وہ اس بابرکت کلمہ کی رحمتوں پر دل و جان سے غور کر رہے تھے جو انہوں نے ابھی ابھی اپنایا تھا۔ وہ اسکے ذریعے اپنے دل کو منور، ذہن کو مشرکانہ خیالات سے پاک اور اپنی غلامانہ حیثیت کے درجہ کو مستحکم کر رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ دوبارہ پیدا ہوئے ہوں اور اس مرتبہ وہ سب انسانوں کی برابری کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے غلام ہوں۔

یہی غور و فکر کرتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ چل کر اپنے بستر پر واپس جا پہنچے۔ انکے ذہن میں گزرا ہوا زمانہ گردش کر رہا تھا جو بتوں کی پرستش، معاشرے میں پھیلی برائیوں، انسانوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک، انکے آقا کا انکی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر بھی انکی خدمات کا اعتراف نہ کرنے والے رویہ پر مشتمل تھا۔ وہ حال ہی میں بہت سی دولت کما کر ایک نہایت ہی کامیاب تجارتی سفر سے لوٹے تھے۔ انہوں نے امّیہ کو اپنے خون پسینہ سے کمائے ہوئے منافع کو حصہ داروں میں تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن کسی نے بھی انکا اس کامیابی پر شکریہ تک ادا نہ کیا۔ لہٰذا ان حالات کے تحت انہوں نے اپنے موجودہ نظامِ زندگی سے بغاوت اختیار کرتے ہوئے نئے دین کو گلے لگانے کا فیصلہ کرلیا۔ اور یوں انکے لئے رسولؐ اللہ کے پاس جانے کیلئے اگلی رات تک انتظار کرنا مشکل ہو گیا۔

حضرت بلالؓ حسبِ وعدہ رات کی تاریکی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر پہنچے اور وہاں سے دونوں احتیاط برتتے ہوئے رسولؐ اللہ کے گھر پہنچے۔ جونہی حضرت بلالؓ نے آپؐ کا روشن چہرہ دیکھا اور شفقت سے بھرپور استقبالیہ الفاظ سنے، ان کے خون کی گردش تیز ہو گئی اور جسم میں ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی جو کچھ دیر کے بعد خود بخود آپؐ کے لئے محبت، عزت اور احترام کے ملے جلے جذبات میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت بلالؓ رسولؐ اللہ کے قریب بیٹھ گئے۔ ایک غلام یا کمتر انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک معتبر اور برابر کا انسان ہونے کی حیثیت سے۔ انہوں نے اپنا

دایاں ہاتھ رسولؐ اللہ کے دائیں ہاتھ پر رکھا، اوراپنی جان و مال کو دین محمدؐی کے لئے وقف کرنے کی بیعت کرلی ۔ پھرانہوں نے نبیؐ کے سامنے شہادت کا کلمہ دہرایا اور آپ ؐ کی دینی باتیں سنیں ۔ اس عمل سے انکو وہ اطمینانِ قلب اور روحانی خوشی حاصل ہوئی جوان کے لئے بالکل نئی تھی اور جس کا تجربہ ان کو ماضی میں پوجا کے دوران کبھی بھی نہ ہوا تھا۔

افشائے راز...

صبح ہونے سے پہلے حضرت بلالؓ واپس غلام خانے آ گئے اور بستر پر لیٹ کر گہری نیند سو گئے۔ اس واقعہ کے بعد ان کے روزانہ کے معمولات میں تبدیلی آ گئی۔ اب وہ تمام دن حسب معمول اپنے آقا کا کام سرانجام دیتے اور جب رات کو سب سو جاتے تو چپکے سے رسول اللہؐ کے پاس جا پہنچتے۔ وہ آپؐ سے اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے علاوہ اپنے بعد چند ایمان لانے والوں کے ساتھ مل کر اللہ لاشریک کی عبادت کرتے۔ لیکن یہ راز راز نہ رہا اور جلد ہی فاش ہو گیا۔ ایک دن وہ کعبہ گئے اور بتوں کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہو گئے جیسے پہلے ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے دبی زبان سے ان بتوں کے جھوٹے خدا ہونے کے بارے میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے انکو بے کار قرار دیا۔ انکو اپنے ماضی پر پچھتاوا تھا کہ وہ ان بے جان خداؤں کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑاتے تھے اور ان سے رحم کی درخواست کرتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سب سے بڑے بت ہبل کو مخاطب کر کے کہا:

"اے کمزور اور بے بس خدا! اس وقت تم کہاں تھے جب تمھارا بازو ٹوٹا تھا؟ کیا تم اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے؟ تم نے خدا ہوتے ہوئے یہ کیسے برداشت کیا کہ تمھارے متولی اور عبادت گزار تمھارے بازو کی مرمت کریں؟ سچ تو یہ ہے کہ تم میں قوت بازو ہی نہیں! اگر میں تمہیں ماروں یا تمھارے منہ پر تھوک دوں تو تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

یہ کہہ کر حضرت بلالؓ نے ہبل کے چہرے پر تھوک دیا اور احتجاجی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا:
"تم اس سلوک کے بھی حقدار نہیں۔ ایک دن آئے گا جب تمھاری گردن توڑ دی جائے گی اور پھر وہ ٹوٹی ہی رہے گی اور دوبارہ نہ جوڑی جائے گی!"
حضرت بلالؓ کے علم میں نہ تھا کہ انکی یہ کاروائی دیکھی اور سنی جا رہی تھی۔

مکہ کے سرداروں کو اس وقت تک اس نئے دین کی اطلاع مل چکی تھی جس پر انہوں نے شدید ردِعمل کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسی اثنا میں رسولؐ اللہ پر وحی نازل ہوئی کہ اسلام کی کھلے بندوں تبلیغ شروع کر دیں۔ چنانچہ آپؐ صفا نامی پہاڑی پر چڑھ گئے اور لوگوں کو پکار کر بتوں کو چھوڑنے اور صرف اللہ واحد کی عبادت کرنے کی نصیحت کی۔ مُشرکینِ مکہ نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ مکہ کے مختلف قبائل کے سردار اکٹھے مل کر اس سوچ و بچار میں پڑ گئے کہ اس نئے مذہب کو، جس سے انکے آباؤ اجداد کے دین کے علاوہ انکی معاشرتی اور معاشی حیثیت کو خطرہ لاحق ہے، ختم کیسے کیا جائے؟ کیا رسولؐ اللہ کے قتل سے یہ خطرہ ٹل سکتا ہے؟ نہیں۔ جب تک محمدؐ کا قبیلہ ان سے کنارہ کش نہیں ہوتا، ایسا کرنا اہلِ مکہ کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

مکہ کے رؤساء محفلیں منعقد کر کے اپنے غصہ اور نفرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اس قسم کے منصوبے باندھتے رہتے۔ ایک دن ایک محفل میں کچھ اسی قسم کا مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ ایک آدمی نے آ کر حضرت بلالؓ کے آقا امیّہ ابن خلف کے کان میں کچھ کہا۔ وہ اسوقت عامر ابن ہشام، جس کا عرف آپؐ نے ابوجہل یعنی 'جہالت کا باپ' رکھا تھا، کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھا۔ جونہی امیّہ نے اس شخص کی بات سنی، اسکا چہرہ زرد پڑ گیا اور پھر جسم غصّے سے کانپنے لگا۔ اس نے اطلاع دینے والے شخص کو مخاطب کر کے پوچھا:
"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ بلال نے اسلام قبول کر لیا ہے؟"
"بالکل"
"کیا تم نے اسے محمد کے پاس جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"
"بہت دفعہ۔"
"میں اس کا تصّور بھی نہیں کر سکتا۔" امیّہ بڑبڑایا۔
" میں نے اس سے بھی زیادہ خراب چیز دیکھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں آپ کو کیا بتاؤں، جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ اتنا خوفناک ہے کہ میں اسے لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں!"

"مجھے بتاؤ تم نے کیا دیکھا ہے؟" امیہ نے اصرار کیا۔
"میں نے بلال کو عظیم دیوتا ہبل کے منہ پر تھوکتے ہوئے دیکھا ہے۔"
امیہ پر غصّے نے دوبارہ حملہ کر دیا اور وہ چیخا:
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا اس نے واقعی یہ جرات کی ہے؟"
" ہاں بلال نے واقعی یہ حرکت کی ہے۔"
"پھر تو اس نے یقین سے بھی زیادہ ناشائستہ اور نا قابلِ معافی گناہ کیا ہے۔"

یہ کہہ کر امیہ اچانک محفل سے اٹھ گیا مگر ابو جہل نے اس کو واپس بلا کر اس سے اس افراتفری کے بارے میں تفصیل پوچھی۔

" میرا غلام بلال! ..." اتنا کہہ کر امیہ اچانک خاموش ہو گیا۔

" اس کو کیا ہوا؟" ابو جہل نے پوچھا۔

" اس نے ہمارے مذہب کو رد کر دیا ہے، ہبل کی شان میں گستاخی کی ہے اور دینِ محمدی کو اپنا لیا ہے۔"

یہ سن کر ابو جہل بھی ایک دم غصّے میں آ گیا اور اس نے لرزتی ہوئی آواز میں سوال کیا:
" پھر اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟ یہ یقیناً غیر معمولی اور نا قابلِ برداشت واقعہ ہے۔"

" اگر یہ صحیح ہے تو بلال کو اسکا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔" امیہ بڑبڑایا۔

ابو جہل نے جواب میں کہا:
" یہ ہمارے حق میں نہیں کہ ہم محمد کو کھلی چھٹی دے دیں کہ وہ اپنے زہریلے خیالات کے ذریعے ہمارے غلاموں، کمزور ذہن کے لوگوں، باغیوں اور نافرمانوں کو اپنے گرد اکٹھا کر کے متاثر کرے اور اپنی قوت میں اضافہ کرے۔ جاؤ امیہ اپنے غلام کو پکڑو اور اسے سزا دو۔ اس کو اتنی

اذیت دو کہ وہ اپنے درجے کے لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہو، جس سے ڈر کر وہ ہمارے آباؤاجداد کے رسم ورواج چھوڑنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ جاؤ امیہ! اس کو بے رحمی سے مارو، ہمارے دین سے انحراف کرنے والے کسی رحمدلی کے مستحق نہیں۔" ابوجہل اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہتا چلا گیا۔ "جہاں تک میرا تعلق ہے میں پوری کوشش کروں گا کہ اس نئے دین کا ابتدا ہی میں خاتمہ ہو جائے۔ میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اپنے خداؤں کی عزت اور شان بحال کرنے میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔ اے محمد! جہاں تک تمھارا تعلق ہے، میں تم سے اپنی دشمنی کا اعلان کرتا ہوں اور ہماری رشتہ داری میری نفرت کو ختم کر کے میرے دل میں تمھارے لئے کبھی بھی کسی قسم کے رحمدلانہ جذبات پیدا نہ کر سکے گی۔ اب تم میرے دل کو اپنے لئے سخت اور تنگ پاؤ گے۔ میں تمہیں طرح طرح کی سزائیں دوں گا کیونکہ تم نے یہاں باپ بیٹے اور بھائی بھائی کے درمیان دشمنی اور نفرت کا بیج بویا ہے۔ تم نے اہلِ مکہ کو ایسی ذلّت سے ہمکنار کیا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اے محمد! میں تمہیں اس کی سزا ضرور دوں گا، چھوڑوں گا نہیں!"

جسے ظلم بھی نہ جھکا سکا...

جب امیہ حضرت بلالؓ کی کوٹھڑی کے باہر پہنچا تو اس نے ایسی تلاوت کی آواز سنی جس سے اسکے کان آشنا نہ تھے۔ یہ شاعری نہ تھی اور نہ ہی جانی پہچانی شاعرانہ نثر۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا:

" اوہ! تو یہ وہ جادو ہے جس نے میرے غلام کو سحر زدہ کر دیا ہے۔ یہ یقیناً محمد کا قرآن ہے۔ اب شک کی گنجائش نہیں کہ بلال اپنی نفسی کمزوریوں کے آگے جھک گیا ہے اور اس نے لات وعزّیٰ سے منہ پھیر لیا ہے۔"

امیہ نے زور سے دروازے کو دھکا دے کر کھولا اور غصّہ سے چلایا:

" بلال!"

حضرت بلالؓ ایک دم خاموش ہو گئے اور اپنے آقا کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے امیہ کی غصّے سے پھیلی ہوئی آنکھوں میں سے شرارے نکلتے ہوئے محسوس کئے اور وہ سمجھ گئے کہ ان کا راز کھل چکا ہے۔ پھر بھی وہ ذرّہ بھر نہ گھبرائے۔ کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے اور پھر امیہ نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے سوال کیا:

" تم کیا پڑھ رہے تھے؟"

" رب کا کلام!" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔

" رب کا کلام! امیہ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا " کون سا رب؟ اور یہ رب بولنے کب سے لگے ہیں؟"

" اس رب کا کلام جس نے اپنی کتاب اور حکمت اپنے نبی پر وحی کی۔" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔

" یہ سب جھوٹ ہے۔" امیہ نے کہا

" لیکن میرے آقا، یہ سچ ہے۔"

" اور تمہارا یہ خدا ہے کون؟"

" آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا مالک۔"

" اے غلام زادے! بند کر دیہ فضولیات ورنہ میں تمہیں گلا گھونٹ کر مار دوں گا۔" امیہ نے دھمکی دی۔

" یہ وہی ہے جس نے ہر شے کو پیدا کیا اور جو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔" حضرت بلالؓ کہتے چلے گئے۔

" اے کم عقل غلام! تم ہمارے دین سے منحرف ہو گئے ہو اور ایک سحر زدہ انسان کی پیروی کر رہے ہو۔ آخر تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

"میں دین سے منکر نہیں ہوں بلکہ میرے رب نے میری سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کی ہے۔"

یہ سن کر امیہ اور غصے میں آ گیا اور حضرت بلالؓ کے چہرہ پر ضرب لگاتے ہوئے طنزاً پوچھا:
" اور غلام کب سے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنے مالک کے خداؤں کو چھوڑ کر اپنا رب چننے لگے ہیں۔ تم میرے غلام ہو، میری ملکیت ہو، میں تمہارے ساتھ جو سلوک چاہوں کر سکتا ہوں۔ تم ہر حال میں میرے پابند ہو۔ تم صرف اس دین پر قائم رہو گے جس پر میں ایمان رکھتا ہوں اور....."

"ذرا ٹھہرو میرے مالک!" حضرت بلالؓ نے اسکی بات کاٹی۔ " میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں تمہارا غلام ہوں، تمہاری ملکیت ہوں اور تمہارے ہر حکم کو بجالانا میرا فرض ہے۔ پھر بھی میرے آقا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم صرف میرے جسم کے مالک ہو۔ تمہارا میرے ذہن، روح جذبات اور یا پھر سینے میں محفوظ کسی بھی خواہش پر کوئی اختیار نہیں۔ یہ سب میری ملکیت ہیں، صرف میری۔ کوئی بھی شخص، وہ چاہے جو بھی ہو، ان میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت مجھے مجبور نہیں کر سکتی کہ اس چیز

پر قائم رہوں جو مجھے قبول نہیں، اپنا اعتقاد چھوڑ دوں اور یا پھر اس اللہ کے ایمان سے، جس نے مجھے اندھیرے میں روشنی دکھائی، دور ہو جاؤں۔ نہیں میرے آقا! میں یہ نہیں کر سکتا! لہٰذا تم اپنی حدود میں رہو اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

" بلال!" امیہ بے بسی سے چیخا "ہوش میں آؤ۔ ورنہ میں تمہاری محمد کے ہاتھوں پراگندہ ہونے والی روح کو پسلیوں سے نکال باہر پھینکوں گا۔"

" میری روح محمدؐ نے پراگندہ نہیں کی۔ انہوں نے اسے سیدھے رستے پر لگا دیا ہے۔"

" تم میں یہ ہمت کہ تم اپنے غلط رویہ کی وکالت میں بار بار میری حکم عدولی کر رہے ہو۔" امیہ نے قدرے حیرانگی سے سوال کیا۔

" اگر میں تمہاری حکم عدولی کر رہا ہوں، تو کوئی بات نہیں۔ اے میرے آقا! میں تو دراصل اپنے رب کی فرماں برداری کر رہا ہوں۔" حضرت بلالؓ نے اطمینان سے جواب دیا۔

" بلال کیا تم نے راہب کا بھیس دھار لیا ہے۔ اے حبشن کی اولاد! میں لات اور عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تم اس دین کو چھوڑ دو گے نہیں، میں تمہیں سخت سے سخت سزا دیتا رہوں گا۔"

" اور میں اللہ بزرگ و برتر کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ دین چھوڑنے کے لئے اگر تم میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو یا اذیتیں دے کر قتل بھی کر دو، تو میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔" حضرت بلالؓ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

" او کم ذات! تم ایسے تو نہ تھے! تم میرا حکم میری بیٹی سے بھی زیادہ مانتے تھے۔" امیہ کہتا چلا گیا:

" تم احسان فراموش ہو۔ میں تمہیں وہی کھانا کھلاتا رہا، جو خود کھاتا تھا۔ وہی کپڑا پہناتا رہا، جو خود پہنتا تھا۔ لیکن تم نے یہ سب بھلا دیا۔ مگر اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ تم محض ایک غلام ہو اور غلام ہی کی اولاد ہو۔"

" مالک!" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔ " اپنی مہربانیاں جتلا کر مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے مجھے کھانا اور کپڑا یونہی نہیں دیا۔ یہ صلہ تھا ان خدمات کا جو میں نے تمہارے لئے سر انجام دیں۔ یہ معاوضہ تھا میرا، تمہارا اور تمہارے دوستوں کا دل بہلانے کا۔ میرے آقا! آج کے بعد مجھے تمہارے عمدہ کھانوں اور مہنگے کپڑوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے اب اس دنیا کی عارضی

زندگی کی بھی کوئی فکر نہیں۔ مجھے اب صرف اللہ لاشریک کی رضا چاہئے اور اسکی جزا جنت ہے جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔"

"یہ بے کار باتیں ہیں جو تمہیں محمد نے سکھائی ہیں۔" امیہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یاد رکھو بلال! تم اس عقیدے پر زیادہ دیر نہ چل سکو گے۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں اپنے ایمان پر تاحیات قائم رہوں گا۔" حضرت بلالؓ نے خوداعتمادی سے کہا۔

"تو پھر تمہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔" امیہ نے فیصلہ کن انداز میں دھمکی دی۔ اسکو اب غصے میں کچھ بھی سجھائی نہ دے رہا تھا۔ اسکی سانس پھولی ہوئی تھی اور جسم کانپ رہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف مڑا اور اپنے دوسرے ملازموں کو آوازیں دینے لگا، جو فوراً کمرے میں آ کر اسکے حکم کے انتظار میں باادب کھڑے ہو گئے۔ امیہ نے انکو حضرت بلالؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا:
"اس بے دین کے جسم سے یہ قیمتی لباس نوچ لو، اسکو چیتھڑے پہناؤ اور اس کے ہاتھ رسّی سے باندھ دو۔"

امیہ کے حکم کی فوری طور پر تعمیل کی گئی۔ پرانے کپڑے لائے گئے۔ ملازمین حضرت بلالؓ کی جانب بڑھے مگر پیشتر اس کے کہ ان میں سے کوئی ان کو ہاتھ لگاتا، انہوں نے خود ہی اپنے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے اور نہایت ہی پرسکون آواز میں ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:
"ایک منٹ ٹھہرو! اپنا یہ قیمتی لباس لے لو۔ مجھے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

حضرت بلالؓ نے نہ صرف خود ہی پھٹے پرانے کپڑے زیب تن کر لئے بلکہ اپنے ہاتھ بھی باندھ لئے۔ پھر وہ اطمینان اور صبر کے ساتھ آئندہ پیش آنے والے حالات کا انتظار کرنے لگے۔ امیہ کا غصہ حضرت بلالؓ کے اس پرسکون طرزِ عمل سے بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے دانتوں کو مایوسی اور نفرت کے ملے جلے ردعمل کے تحت کچکچا رہا تھا۔ اسی عالم میں اس نے نہایت بے دردی سے حضرت بلالؓ کی گردن میں کھردری رسّی پھنسائی اور انہیں شعلہ بار آنکھوں سے گھورتے ہوئے دھمکی دی:
"کم ذات بلال! دیکھنا میری سزا بہت سخت ہوگی۔"

یہ کہہ کر امیہ نے رسّی کو زور سے کھینچا جس سے حضرت بلالؓ کی گردن میں درد کی شدید لہر اٹھی۔

انہوں نے اپنے آپ پر قابو رکھا اور شکایت کا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکلنے دیا۔ آخر ان کے مالک نے زچ ہو کر ان کو اپنے قبیلے کے لوگوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے امیہ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کو گلے میں بندھی ہوئی رسّی سے پکڑ کر شہر کی گلیوں میں گھمانے کا ارادہ کیا تاکہ یہ ذلت آمیز سزا ان جیسے دوسرے نافرمانوں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔

نوجوانوں نے اس کھیل میں خصوصی دلچسپی لی۔ وہ اچھلتے کودتے اور قہقہے لگاتے ہوئے جلوس کی شکل میں حضرت بلالؓ کو گلے میں بندھی رسّی سے گھسیٹتے گلی گلی، محلّہ محلّہ پھراتے رہے۔ انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ راستہ بھر انہیں مارنے پیٹنے اور ان پر ذلت آمیز جملے کسنے کا عمل جاری رکھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس جلوس میں راہ گیر بھی شامل ہوتے گئے اور حضرت بلالؓ پر ظلم اور تشدّد کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ جب ان لوگوں کا شور و غل انتہا کو پہنچ گیا تو حضرت بلالؓ نے گونجدار آواز میں نعرہ لگایا:

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ !" *

کچھ دیر کے لئے سب سکتے میں آ گئے۔ اسکے بعد وہی شور و غوغا تھا، وہی اذیتیں تھیں اور وہی توہین آمیز فقرہ بازی۔

دن گذر گیا۔ رات کی تاریکی چھا گئی۔ نوجوان اپنے شکار کو غلام خانے میں واپس چھوڑ کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ وہ سخت تھک چکے تھے مگر حضرت بلالؓ اس پریشان کن سلوک اور ظلم کے باوجود کسی طرح متزلزل نہ ہوئے۔ انکا آقا، امیّہ، یہ سوچ کر انہیں ملنے گیا کہ دن بھر کی تکلیف اور رسوائی نے ان کا مان توڑ دیا ہوگا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ جب حضرت بلالؓ نے اس کو آتے دیکھا، وہ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور حسبِ دستور اسکے احترام میں کھڑے نہ ہوئے۔ امیّہ نے اس گستاخانہ روّیہ کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ان کو مخاطب کیا:

" او بلال! امید ہے اب تمہاری عقل ٹھکانے آ گئی ہوگی اور تم اپنے کیے پر پچھتا رہے ہو گے۔"

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ !" حضرت بلالؓ نے جواباً کہا۔

"میرے غصّے کی دبی ہوئی چنگاریوں کو مزید ہوا مت دو، بلال! ورنہ میں تم پر ہر قسم کے ظلم کی انتہا کر

---

* اللہ ایک ہے! اللہ ایک ہے!

دوں گا۔" امیہ گرجا

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ ! " حضرت بلالؓ نے دوبارہ وہی جواب دیا۔

" بلال ! بے وقوف مت بنو ۔ میری نظر میں تمہاری زندگی اب ایک تنکے سے بھی زیادہ اہم نہیں۔"

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ ! " حضرت بلالؓ کا ایک ہی جواب تھا۔

" اے حبشن کی اولاد! بند کر اپنی یہ خرافات ورنہ میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔"

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ ! " حضرت بلالؓ نے کسی خوف کے بغیر اپنے الفاظ دہرائے۔

" لات اور عزیٰ کی قسم میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" یہ کہہ کر امیہ نے حضرت بلالؓ کی گردن اپنے دونوں ہاتھوں سے دبا کر انکا گلہ گھونٹنے کی کوشش کی۔ پھر وہ اچانک رک گیا۔ اس نے حضرت بلالؓ کو زور سے دھکا دیا، جس سے وہ فرش پر دور جا گرے۔ وہ جذبات سے بھرپور انتقامی لہجہ میں چیخا:

" نہیں میں تمہیں مار کر ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی تمہیں موت دے کر اپنی غلامی سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں مزید ظلم سہنے اور ذلت اٹھانے کیلئے زندہ چھوڑ رہا ہوں۔"

حضرت بلالؓ نے جواب میں کہا: " اللہ کی قسم اگر مجھے اَلاَحدُ کے علاوہ کوئی اور ایسا لفظ آتا جس سے تمہیں غصہ چڑھ سکتا تو میں وہ بھی بار بار کہنے سے ہرگز نہ جھجکتا۔"

امیہ یہ سن کر بے بسی سے اپنے پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ جب حضرت بلالؓ اور دوسرے صحابہؓ کرام کافروں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھاتے تو حضرت محمدؐ کو بہت رنج پہنچتا حالانکہ وہ خود بھی اس قسم کے ظالمانہ رویے کا نشانہ بنائے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت بلالؓ کو اسلام سے متعارف کرانے والے رسولؐ اللہ کے سب سے قریبی ساتھی، اپنے دوست کو ہر قیمت پر امیہ کے مظالم سے نجات دلانا چاہتے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ انکا ظالم مالک اس سلسلے میں نہ تو کسی کی بات سنے گا اور نہ ہی کسی قسم کی دخل اندازی پسند کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ حضرت بلالؓ کو کسی اہلِ ایمان کے ہاتھ فروخت کرنے پر بھی رضامند نہ ہوگا۔

سزا جاری ہے...

امیہ نے اپنی بات نبھائی ۔ اس نے حضرت بلالؓ کو ہر قسم کی جسمانی اذیت پہنچائی ۔ اسکا خیال تھا کہ حضرت بلالؓ مایوس ہو کر اس کے حکم کی تعمیل میں اسلام چھوڑ دیں گے، حضرت محمدؐ کو رد کر دیں گے اور اس کے آباؤ اجداد کے خداؤں کے ایک مرتبہ پھر وفادار بن جائیں گے۔ لیکن اس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ حضرت بلالؓ اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔ انہوں نے حیران کن ہمت اور صبر کا مظاہرہ کیا اور اس حیوانی سلوک کو "اَلا َحدُ ، اَلا َحدُ" کہتے ہوئے برداشت کیا۔ کئی دن گزر گئے، پھر کئی مہینے گزر گئے لیکن حضرت بلالؓ نے اپنے مسلک میں کسی قسم کی کوئی کمزوری نہ دکھائی۔ یہ صحیح ہے کہ وہ محض ایک غلام تھے مگر یہ بھی صحیح ہے کہ وہ با اصول اور اپنی دھن کے پکے انسان تھے۔

تمام انسان برابر ہیں ۔ انکی ذہنی، جسمانی اور روحانی قدریں مشترک ہیں۔ غلامی کی زنجیر پہننے سے ان کی صلاحیتیں کم نہیں ہو جاتیں اور حضرت بلالؓ نے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دکھایا کہ شخصیت اور بلند کرداری کا ذات پات سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک اونچے گھرانے کا انسان ظالم اور بدکردار ہو سکتا ہے جیسے امیہ اور ایک غلام خاندان کا چشم و چراغ اعلیٰ کردار اور نیک صفات کا مالک ہو سکتا ہے جیسے حضرت بلالؓ ۔ آخر کار امیہ حضرت بلالؓ کی ہمت اور ایمان کی مضبوطی کے آگے ہار سا گیا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر انکو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن کوئی قدم اٹھانے سے پہلے

اس نے اس سلسلے میں ابوجہل سے مشورہ طلب کیا۔ ابوجہل اس فیصلہ کے خلاف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت بلالؓ کا قتل اہلِ قریش کی بزدلی کا نتیجہ سمجھا جائے گا۔ ایک صبح امیّہ نے ایک مرتبہ پھر ابوجہل کو شکایتاً کہا:

" ہم نے بلال کو ہر قسم کی ایذا پہنچائی ہے، مگر وہ جھکا نہیں۔ میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ اس کو ختم کر دینا چاہئے۔"

" امیہ تم اسکو کیسے قتل کر سکتے ہو؟" ابوجہل نے آہستگی سے کہا۔ " کیا تمہیں احساس نہیں کہ اسے ہماری کمزوری تصور کیا جائے گا؟"

" سچ پوچھو تو اب میں مایوس ہو چکا ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بلال کو زیر نہیں کیا جا سکتا۔" امیہ نے جواب دیا۔ "سمجھ میں نہیں آتا اس صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

" اس پر اسی طرح ظلم کے پہاڑ توڑتے رہو۔" ابوجہل نے مشورہ دیا

" آخر کب تک؟" امیہ نے کہا۔

" جب تک وہ محمد اور اس کے خدا کا منکر نہ ہو جائے۔" ابوجہل نے جواب دیا۔

" اے ابوالحکم! مجھے لگتا ہے ہم اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔" امیہ نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے پہلے کبھی کسی انسان کو ایسی بہادری کے ساتھ اتنی تکالیف برداشت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسی یہ حبشن کا بیٹا کر رہا ہے۔"

" مایوس نہ ہو!" ابوجہل بولا "میرے ذہن میں ایک ایسی سزا آئی ہے جو وہ برداشت نہیں کر پائے گا۔"

" وہ سزا کیا ہے؟" امیہ نے اشتیاق سے پوچھا

" آج کا دن بہت گرم ہوگا۔" ابوجہل نے کہا "ہم اسے لوہے کی زرہ پہنا کر ہاتھ اور پاؤں باندھ دیں گے اور پھر... اور پھر ہم اس کو سورج کی تیز اور گرم دھوپ میں تپتپاتی ریت پر کھلا چھوڑ دیں گے۔ وہ یقیناً یہ جھلسا دینے والی گرمی زیادہ دیر تک برداشت نہ کر پائے گا۔"

اس منصوبے پر عمل کیا گیا۔ حضرت بلالؓ کو زبردستی آہنی زرہ پہنائی گئی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں

زنجیروں سے جکڑ دیئے گئے۔ پھر ان کو کھلے آسمان کے نیچے سورج کی جلتی ہوئی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا دیا گیا۔ امیہ، ابو جہل اور ان کے بہت سے دوسرے ساتھی سائے میں بیٹھ کر اس دردناک منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کا خیال تھا حضرت بلالؓ جلد ہی ہمت ہار بیٹھیں گے۔ کچھ ہی دیر بعد ابو جہل نے حضرت بلالؓ کے جسم کو پسینہ میں شرابور پایا، تیز ہوا سے اڑتی ہوئی ریت کو آنکھوں کے حلقوں کے گرد جمع ہوتے دیکھا اور چہرے پر تکلیف سے پیدا ہونے والے قدرتی تناؤ کو محسوس کیا۔ اس نے گمان کیا کہ حضرت بلالؓ کے یقینِ کامل کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اب وہ ان کے احکامات بجا لانے میں کوئی پس و پیش نہ کریں گے۔ یہ سوچ کر ابو جہل نے ان کے قریب آتے ہوئے کہا:

" اوئے بلال! کہو کیا حال ہے؟"

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ !" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔

ابو جہل کو ایکدم غصہ آ گیا۔ وہ حضرت بلالؓ کو ٹھوکریں مارنے اور گالیاں دینے لگا۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی نظر ایک بڑے سے پتھر پر پڑی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اس وزنی پتھر کو حضرت بلالؓ کی چھاتی پر رکھنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی فوری طور پر تعمیل کی گئی اور وہ بھاری پتھر حضرت بلالؓ کی چھاتی پر رکھ دیا گیا۔ حضرت بلالؓ کو شدید درد کی لہر اٹھی جو انسانی ضبط سے باہر تھی۔ پھر بھی انہوں نے خود پر قابو رکھا اور متواتر " اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ !" دہراتے رہے۔ پھر ان کی سانس پھول گئی، آواز کمزور پڑ گئی۔ ابو جہل، امیہ اور ان کے ساتھی ہتک آمیز فقرے چست کرتے ہوئے ان کے قریب آئے کہ شاید اب وہ رحم کی درخواست کریں۔ حضرت بلالؓ نے ان سے کوئی بات نہ کی بلکہ نیچی آواز میں خود کو مخاطب کیا:

" اَلاَحدُ ! اَلاَحدُ ! اگر یہ کافر مجھے قتل بھی کر دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میری زندگی کی قیمت اپنے اللہ کا منکر ہونا ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے رب! مجھے اس ظلم سے رہائی دلا۔"

وہاں پر موجود مشرکینِ مکہ نے بڑی حیرت سے یہ سنا۔ امیہ نے آہستہ سے ابو جہل کے کان میں کہا:
" کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ یہ تمام کوششیں بے کار ہیں؟ بلال بہت ضدی ہے۔ یہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے گا۔ ہمارے پاس اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔"

یہ سن کر ابو جہل نے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی ایسی ترکیب سوچنے لگا جس سے حضرت بلالؓ کے عزم کو توڑا جا سکے۔

آزادی کا سودا...

جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اس نرالی سزا کی اطلاع ملی، وہ فوراً موقعہ پر پہنچے تا کہ اپنے دوست حضرت بلال ؓ کی حسبِ توفیق مدد کر سکیں۔ سزا جاری تھی۔ ابوجہل اور امیہ آپس میں مصروفِ گفتگو تھے جبکہ ان کے باقی تمام ساتھی ایک بڑے سے پتھر کے گرد دائرے میں کھڑے آوازیں کس رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ دائرے کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت بلال ؓ کو اس پتھر کے نیچے دبا ہوا پایا۔ ان کا چہرہ مٹی اور پسینہ سے بھرا ہوا تھا۔ وہ درد کی شدت سے کراہ رہے تھے لیکن وقفے وقفے سے " اَلاَحدُ ، اَلاَحدُ " کہتے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حضرت بلال ؓ کی حالت دیکھ کر بہت رنج پہنچا۔ ان کو کافروں کی ناانصافی پر بہت غصہ آیا۔ وہ امیہ کے پاس گئے اور اس کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا:

" تم اس بیچارے کو کب تک ایسی سزائیں دیتے رہو گے؟"

" تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔" امیہ نے جواب دیا " یہ میرا غلام ہے۔ مجھے حق حاصل ہے کہ میں اپنے غلام کے ساتھ جو سلوک چاہوں کروں۔"

" کیا تمہیں کسی کا بھی خوف نہیں ؟ کیا تم میں انسانیت کی ایک رمق بھی موجود نہیں ؟ " حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

" ابوبکر بہت ہو چکا۔ اب بند کرو اپنی یہ تقریر۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ بلال کو تم ہی نے تو ورغلایا ہے۔"

" میں نے اسے ورغلایا نہیں، بلکہ صحیح راستہ دکھایا ہے۔"

" بس، بس ... بہت ہو چکا۔ اب تم ہم کو اکیلا چھوڑ دو۔"

"اس پر رحم کرو۔ اس کو چھوڑ دو۔" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے التجا کی۔

" نہیں کبھی نہیں۔ ہم اس کو اس وقت تک رہا نہ کریں گے جب تک یہ زندگی سے رہا نہ ہو جائے اور یا پھر ہمارے مذہب کو دوبارہ قبول نہ کرلے"۔

" تم جو مرضی کر دیہ اب تمہارے مذہب کو کبھی بھی دوبارہ قبول نہیں کرے گا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو گلے نہ لگائے گا، روشنی کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹک نہ پائے گا۔"

یہ گفتگو یہیں پر ختم نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مشرکینِ مکہ کے درمیان اس موضوع پر بڑی لمبی چوڑی بحث ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس مسئلہ میں پیدا ہونے والی گرمی اور تلخی کے دوران حضرت بلالؓ کو خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کافروں نے اس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جذباتی ردعمل تصور کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کی قیمت ۵ اوقیہ * سونا بتلائی، جو اس وقت کے لحاظ سے احمقانہ حد تک مہنگی تھی۔ مگر یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ردِعمل نہ تھا بلکہ حقیقت تھی۔ وہ حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ قیمت فوراً قبول کرلی۔ ان کے اس فیصلے پر قریش مکہ بہت سٹپٹائے۔ وہ حضرت بلالؓ کو کسی بھی قیمت بیچنا نہیں چاہتے تھے، لیکن باتوں ہی باتوں میں قیمت نہ صرف مقرر بلکہ قبول بھی ہو چکی تھی۔ اب ان کے لئے اس سودے سے دستبردار ہونا ممکن نہیں تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہاں کھڑے ہوئے کچھ لوگوں سے مدد حاصل کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کے سینے پر پڑے وزنی پتھر کو ہٹایا۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو بٹھایا، ان کی زنجیریں کھولیں اور جسم سے مٹی صاف کی۔ پھر وہ دونوں اکٹھے رسولؐ اللہ کی رہائش گاہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ حضرت بلالؓ راستے میں چلتے چلتے اچانک رک گئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مخاطب کر کے کہا:

* اوقیہ وزن کا پیمانہ تھا۔ ایک اوقیہ = ۱۰ تولہ، ۲ ماشہ، ۳٫۴ رتی یا ۱۱۹ گرام

" ابو بکر! اگر تم نے مجھے بطور غلام خریدا ہے تو میں تمہارا غلام ہوں۔ لیکن اگر تم نے مجھے اللہ کی راہ میں خریدا ہے تو مجھے اللہ کی خدمت کرنے کے لئے آزاد کر دو۔"

"میں بہت عرصے سے اس لمحے کا منتظر رہا ہوں کہ تمہیں مکمل طور پر آزاد دیکھوں۔ میری طرف سے تم بالکل آزاد ہو۔" حضرت ابو بکر صدیقؓ نے محبت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

حضرت بلالؓ درحقیقت واحد غلام نہ تھے جن کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان گنت رقم خرچ کر کے ان کے ظالم مالکوں سے آزادی دلائی۔ ان کی تعداد سات تھی، جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ نے ان سے اس بارے میں کہا:
" اے میرے بیٹے! میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اپنی دولت مفلوک الحال غلاموں کو آزاد کرانے میں ضائع کر رہے ہو۔ اگر یہی دولت تم اثر و رسوخ رکھنے والے اشخاص کے دل جیتنے کے لئے خرچ کرو تو بہتر ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ تمہاری مدد اور حفاظت کر سکیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا:
" اے میرے والد! میں یہ سب صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ اس بارے میں اللہ کے رسولؐ پر یہ قرآنی آیات بھی نازل ہو چکی ہیں:
'وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، بے شک ہم اس کے لئے آخرت کا راستہ آسان بنا دیں گے۔' (۹۲۔ الّیل: ۵۔۷)

'وہ جو اللہ سے لو لگا لے گا، (دوزخ کی آگ سے) بچا لیا جائے گا۔ وہ جو اپنا مال اپنے نفس کو پاکیزہ بنانے کے لئے اللہ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور کسی انسان سے کسی فیض کی توقع نہیں رکھتا، اسکی خواہش تو صرف اور صرف اپنے مالک، اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتی ہے اور اس عمل سے اس کو یقینی طور پر مکمل سکون اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔' (۹۲۔ الّیل: ۱۷۔۲۱)

اب سب برابر ہیں...

جب حضرت بلالؓ نے آزادی کی خوشگوار سانس لی، تو ان کے جسم میں ایک مسرت کن کیفیت سرائیت کر گئی۔ یہ ایک نیا تجربہ تھا جو اس احساس پر مبنی تھا کہ اب وہ کھلے بندوں اللہ کی عبادت کر سکیں گے اور اللہ کے رسولؐ کے پاس جب چاہیں اور جتنی دیر کے لئے چاہیں جا سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف اپنا زیادہ تر وقت رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ گزارنا شروع کر دیا بلکہ خود کو نبیؐ اللہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ پھر بھی انکو اسلام کے دشمنوں سے مکمل تحفظ حاصل نہ ہو سکا۔ اب ان کو رسولؐ اللہ اور دوسرے معدودے چند مسلمانوں کی طرح فحش کلمات، سنگ باری، مار پیٹ اور دیگر طرح طرح کے مظالم کا سامنا کرنا پڑتا۔ درحقیقت، ان کو قبیلہ جمح کی برادری سے خارج کر کے 'اقلیت' کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

یہ ایک اتفاق ہے کہ حضرت بلالؓ کو آزادی اس وقت ملی جب قریش حضرت محمدؐ سے برسرِ پیکار تھے اور ان کے مقابلے میں اپنی سازشوں کو متعدد بار ناکام ہوتے دیکھ چکے تھے۔ اسی اثنا میں رسولؐ اللہ نے صاحب وسائل مسلمانوں کو مکہ میں ایذا رسانی سے بچنے کے لئے حبشہ ہجرت کی اجازت دے دی۔ ۱۰ مسلمانوں نے رختِ سفر باندھا جن میں ۴ اہلِ ایمان اپنی بیویوں کے ہمراہ تھے۔ وہ حبشہ پہنچ کر محفوظ اور پرسکون زندگی گزارنے لگے۔

ان میں حضرت عثمانؓ ابن عفان ان کی اہلیہ رسولؐ اللہ کی بیٹی حضرت رقیہؓ،

حضرت زبیرؓ ابن العوام، حضرت عامرؓ ابن ربیعہ اور حضرت مصعبؓ ابن عمیر جیسی مشہور ہستیاں شامل تھیں۔ انکے بعد کئی دوسرے اہلِ ایمان انکی تقلید میں حبشہ پہنچے۔ اور انکی تعداد ۸۲ تک جا پہنچی۔ حضرت جعفرؓ ابن ابو طالب ان میں سے ایک تھے۔ یہ ہجرت کے کئی سال بعد غزدہ موتہ میں شہادت سے پہلے بہادری سے لڑتے ہوئے اپنے دونوں بازوؤں سے محروم ہو گئے تھے اور اس موقع پر رسولؐ اللہ نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بازوؤں کو دو پروں سے بدل دیا ہے جن کی مدد سے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس دن سے ان کو حضرت جعفر طیارؓ (اڑنے والا) کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

یہ ہجرت بڑی رازداری میں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں کی گئی پھر بھی سردارانِ مکہ کو اسکا علم شروع ہی سے ہو گیا۔ وہ بہت تلملائے۔ انہوں نے دو آدمیوں پر مشتمل ایک وفد کو بادشاہ اور اسکے وزراء کے لئے تحفے تحائف دے کر حبشہ بھیجا تاکہ اس سے مکہ سے فرار ہونے والے مسلمانوں کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے اور مسلمانوں کو مکہ واپس لا کر سزائیں دی جائیں۔

حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے اس وفد کی شکایات غور سے سنیں۔ اس نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے مہاجرین کو اس وفد کے حوالے کرنے سے پہلے انکا نقطۂ نظر سننے کا فیصلہ کیا۔ وہ اسکے دربار میں لائے گئے۔ اس نے ان سے انکے نئے دین کے بارے میں متعدد سوالات کئے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے اس کو جواب دیتے ہوئے بتایا:

"اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری کرتے تھے، رشتوں کا احترام نہیں کرتے تھے، مہمانداری کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو دبا کر رکھتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ایک نیک سیرت انسان کو اپنا نبی بنایا۔ ہم محمدؐ کو بچپن سے جانتے ہیں۔ آپؐ سچے، رحمدل، ایماندار اور قابلِ اعتبار ہیں۔ آپؐ نے ہمیں رب کی وحدانیت اور صرف اسکی عبادت کرنے کی تعلیم دی۔ ہمیں ہمارے بڑوں کے زمانے سے رائج جھوٹے دین، بے جان پتھروں اور تصویروں کی پرستش سے روکا۔ آپؐ نے ہمیں سچ بولنے، وعدہ نبھانے، مہمانداری اور عزیز و اقارب سے پیار سے پیش آنے کی ترغیب دی۔ ہمیں جرم کرنے، خون بہانے، نوزائیدہ بچوں کو زمین میں زندہ دفن کرنے، یتیموں کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر بہتان باندھنے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے ہمیں اللہ کی عبادت کرنے،

خیرات دینے اور زندگی سادگی سے بسر کرنے کی تعلیم دی۔ اب اے بادشاہ! آپ ہی بتایئے کیا یہ حق نہیں ہے؟"

حضرت جعفرؓ کے اس بیان سے کافروں کا پول کھل گیا۔ مکہ سے آئے ہوئے قریش کے دونوں نمائندے شرمندہ ہوگئے۔ نجاشی نے انکو مخاطب کر کے کہا:

" یہ پیغام اور جو پیغام حضرت عیسیٰؑ لائے تھے، ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں۔ یہ دین برحق ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

پھر اس نے اپنے دربانوں کو کہا:

" انکو انکے تحائف لوٹا دیئے جائیں۔ میرے لئے وہ بیکار ہیں۔"

اسکے بعد اس نے مسلمانوں کو مخاطب کیا:

" آج کے بعد میں کسی شخص کو تم لوگوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی اجازت نہ دوں گا۔ تمہیں یہاں جو تنگ کرے گا، اسے سزا دی جائے گی۔"

مشرکینِ مکہ اس غیر متوقع صورتِ حال سے بوکھلا گئے۔ رسولؐ اللہ اور اسلام کے خلاف انکی نفرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ انہوں نے آپؐ اور مکہ میں پیچھے رہ جانے والے اصحاب پر پہلے سے کہیں زیادہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ دوسروں کی طرح حضرت بلالؓ بھی ان اذیتوں کا شکار ہوتے رہے۔

جب سردارانِ قریش بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے فراہم کردہ تحفظ کی وجہ سے آپؐ کی زندگی کو نقصان پہنچانے اور اسلام کا خاتمہ کرنے میں ناکام ہوگئے، تو انہوں نے رسولؐ اللہ سمیت آپؐ کے ساتھیوں اور دونوں قبیلوں کو سزا دینے کیلئے ان سے سماجی، تجارتی اور معاشرتی تعلقات ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ مشرکین میں سے چیدہ چیدہ سرداروں نے اکٹھے مل کر اس عہد نامہ مقاطعہ کو مرتب کیا اور کاغذ پر تحریر کر کے کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔ سزا یافتہ افراد جن میں حضرت بلالؓ بھی شامل تھے، حضورؐ کے چچا ابو طالب کی ذاتی گھاٹی 'شعب ابی طالب' میں محصور ہونے پر مجبور ہوگئے۔ ابو طالب آپؐ سے بے حد پیار کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپؐ کی پرورش کا فرض نبھایا اور جوان ہونے پر آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے کروائی۔ انہوں نے ہی ابتدا سے کافروں کی اسلام کے خلاف نفرت اور

سازشوں کا احساس کرتے ہوئے اپنی جان پر کھیل کر آپؐ کی زندگی کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی۔

'شعب ابی طالب' میں پناہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ قطع تعلق کی سزا بہت سخت تھی۔ سزا یافتگان کو بھوک، پیاس اور احساسِ محرومی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حضرت بلالؓ کو بھی اس نئے تجربہ سے پہلی مرتبہ واسطہ پڑا تھا۔ کافروں نے اس اذیت کو نافذ کرنے میں تو بے رحمی دکھائی ہی تھی، اسکو برقرار رکھنے میں بھی اپنی پوری توجہ صرف کر دی جس سے مظلوموں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ ایک سال کے بعد دوسرا سال بھی گزر گیا، حالات بدلتے دکھائی نہ دیئے اور ہر شخص بیمار دکھائی دینے لگا۔ حضرت بلالؓ کا وزن بھی بری طرح متاثر ہوا۔ آنکھیں رخسار کی ہڈیوں کے پیچھے دھنس گئیں، جسم کمزور پڑ گیا اور رنگ زرد ہو گیا۔ مگر وہ رسولؐ اللہ کی ہر گھڑی رفاقت ملنے پر خوش اور مطمئن تھے۔ انکی نظر میں ضمیر کی آزادی اور روحانی نشوونما کے مقابلے میں جسمانی محرومی کی کوئی وقعت نہ تھی۔

تین سال گزر گئے۔ کچھ ہمدرد لوگ کافروں کی نظر بچا کر گاہے بگاہے آٹا اور دوسری ضروریاتِ زندگی اس سزا یافتہ جماعت تک پہنچاتے رہے۔ لہٰذا ان مشکل ترین حالات میں نہ کوئی شخص بھوک سے مرا اور نہ ہی کوئی فرد اپنے موقف سے ہٹا۔ چنانچہ یہ سزا ناکام ہو گئی۔ سردارانِ قریش نے بھی اس امر کو محسوس کر لیا اور اپنے عہد نامے پر نظرِ ثانی کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس ضمن میں جب خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکائی گئی قرارداد کو اتارا گیا، تو کاغذ کا صرف وہ حصہ محفوظ پایا گیا جس پر لفظ 'اللہ' تحریر تھا۔ باقی مضمون کو دیمک چاٹ چکی تھی۔ لہٰذا کافرین نے مکہ بدر گروہ سے اپنے مقاطعہ کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ رسولؐ اللہ اور انکے ساتھی اب آزاد تھے۔ جہاں چاہتے آ جا سکتے تھے مگر یہ سکون وقتی ثابت ہوا۔ اگلے ہی سال حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔ دونوں آپؐ کو بہت عزیز تھے، بہت بڑا سہارا تھے۔ انکی جدائی ایسا سانحہ تھا جو بھلائے نہ بھولتا تھا۔ اس لئے اس سال کو غم کا سال کہا جانے لگا۔

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے بعد کافر آپؐ کو تنگ کرنے میں مزید آزادی اور آسانی محسوس کرنے لگے کیونکہ انکے خیال میں اب انکو اس سلسلے میں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ تھا۔ نتیجتاً جب آپؐ گھر لوٹتے تو زخموں سے خون رس رہا ہوتا، بال گرد سے اٹے ہوتے اور کپڑے مٹی اور دھبوں سے میلے کچیلے ہو گئے ہوتے۔ رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں اپنے نیک صفت والد کو اس دردناک حالت

میں دیکھ کر بے اختیار رو پڑتیں اور سر مبارک پر پانی ڈال کر آپؐ کو اس جان کنی کی کیفیت سے نجات دلانے کی کوشش کرتیں۔ آپؐ ان کو تسلی دیتے ہوئے اکثر فرماتے:
" ان کے لئے (مشرکین کے لئے) یہ دنیا ہے۔ اور ہمارے لئے آخرت"

ان تنہا اور مصائب سے بھر پور سالوں میں آپؐ کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ مکہ کے بااثر افراد کو دینِ حق پر لایا جائے۔ آپؐ کو ان سے قوت مل سکتی تھی، مخالف کمزور پڑ سکتے تھے اور عوام کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں آسانی پیدا ہو سکتی تھی۔

ان ہی دنوں حضرت عمرؓ ابن خطاب نے جذباتی کشمکش کا سامنا کرتے ہوئے ڈرامائی انداز میں اسلام کو گلے لگا لیا۔ رسولؐ اللہ کو ان کے اس عمل سے بہت تقویت پہنچی کیونکہ مخالفوں کی کارروائیوں میں ایک دم کمی واقع ہوگئی۔

ایک دن مکہ کے چند صاحب حیثیت اشخاص آپؐ سے گفتگو کرنے آپؐ کے پاس آئے۔ وہ آپؐ کے اردگرد حضرت بلالؓ اور چند دوسرے آزاد شدہ غلاموں کو بیٹھے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے ان غریب لوگوں کی محفل میں بیٹھنے میں عار محسوس کی اور آپؐ سے فرمائش کی کہ اس عوامی محفل کو برخاست کر کے شرفا کی علیحدہ محفل سجائی جائے۔ رسولؐ اللہ اس تجویز کے بارے میں سوچ میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات کے ذریع آپؐ کی راہنمائی فرمائی:

'اور دور نہ ہٹاؤ (خود سے) ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، طلب گار ہیں اس کی خوشنودی کے۔ نہیں ہے تم پر ان کے حساب میں سے (بار) کسی چیز کا اور نہ تمھارے حساب میں سے ان پر کچھ ذمہ داری ہے کہ ان کو پرے ہٹاؤ۔ (اگر ایسا کیا گیا) تو تم ہو جاؤ گے ظالموں میں سے۔' (٦-الانعام:٥٢)

'اور مطمئن کر لو اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اور طلب گار ہیں اسکی رضا کے اور نہ ہٹاؤ تم اپنی نظروں کو ان کی طرف سے۔ اس غرض سے کہ پسند کرو تم زینت دنیاوی زندگی کی اور مت مانو بات اس کی کہ غافل کر دیا ہے ہم نے جس کے دل کو اپنے ذکر سے۔ وہ پیروی کر رہا ہے اپنی خواہشِ نفس کی اور ہے اس کا طریق کار افراط اور تفریط پر مبنی' (١٨-الکھف: ٢٨)

یہ قرآنی آیات حضرت بلالؓ اوران جیسے سماجی ومعاشی طور پر مفلوک الحال مگر سچے اور راست باز لوگوں کے لئے مساوات اور بھائی چارے کے حکم کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے نازل ہوئیں۔ ان کے ذریعے ذات پات کے نظام کوختم کر دیا گیا۔ کوئی اونچی ذات کا نہ رہا، کوئی نیچی ذات کا نہ رہا۔ تمام انسان برابر قرار دیئے گئے۔ انکی پہچان انکا انسان ہونا اور اہلِ ایمان ہونا قرار پایا۔

ان آیات کے نزول کے بعد رسولؐ اللہ نے باوجود تھکاوٹ یا گھر جانے کی شدید خواہش کے ایسی محفلوں کو کبھی نہ چھوڑا جن میں حضرت بلالؓ یا ان جیسے دوسرے کم حیثیت ساتھی شریک ہوتے تھے مگر یہ صحابہؓ کرام آپؐ کے اس ہمدردانہ رویہ کو سمجھتے تھے۔ لہٰذا جب وہ محسوس کرتے کہ آپ محفل کو برخاست کرنا چاہتے ہیں، خود ہی رخصت طلب کر لیتے۔

مکہ میں آخری ایّام...

آہستہ آہستہ ظلمت کے اندھیروں میں سے امید کی کرنیں نمودار ہونے لگیں۔ آپؐ کی مکہ اور گردونواح میں تبلیغ اسلام کی جدوجہد کے سلسلے میں بہت معمولی سی کامیابی حاصل ہونے کے بعد، ۲۸۰ میل پر واقع یثرب* سے حج پر آئے ہوئے ۶ آدمیوں نے اس معمولی سی کامیابی کو بہت بڑی فتح میں بدل دیا۔ رسولؐ اللہ ان لوگوں کو چپکے سے ملے۔ ان کے دل ایک دم ایمان کی روشنی سے منور ہو گئے۔ یہ روشنی ان کے جسم و جان میں پھیل گئی۔ انہوں نے آپؐ کے لئے بے پناہ چاہت محسوس کی۔ وہ اپنے اس نئے دین سے اتنے متاثر ہوئے کہ جلد از جلد وطن پہنچ کر اپنے لوگوں کو اس کی تبلیغ کرنے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ اگلے سال مدینہ سے ۱۲ آدمیوں پر مشتمل وفد حج پر آیا۔ ان سب نے بھی آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ رسولؐ اللہ نے اپنے ایک ساتھی حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ اہلِ مدینہ کو قرآن سکھائیں، اسلامی عقیدوں سے مانوس کریں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت مصعبؓ نے بھی حبشہ ہجرت کی تھی لیکن وہ آپؐ اور قریش کے درمیان صلح کے معاہدہ کی افواہوں کے نتیجے میں مکہ واپس لوٹ آئے تھے۔ حضرت مصعبؓ اور مدینہ کے مسلمانوں کو کچھ ہی عرصہ میں بے پناہ کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ہوا یوں کہ اس وفد کے مدینہ پہنچتے ہی دینِ حق کی شہرت شہر کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ اس سلسلے

* جس کا نام رسولؐ اللہ نے ہجرت کے بعد یثرب سے بدل کر مدینہ رکھ دیا۔ لہٰذا آئندہ صفحات میں اس شہر کو مدینہ ہی لکھا جائے گا۔

میں حضرت مصعبؓ کے رویہ میں شائستگی، خوش خلقی، بردباری اور روشن خیالات نے کامیابی کی نئی راہیں کھول دیں۔ ان کو شہر کی سرکردہ عرب شخصیات کا اعتماد حاصل ہوگیا اور ان سرداروں نے آپ کو ہر قسم کی دھمکیوں سے بچانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ عوام نے اپنے بڑوں کی تقلید کی۔ آخر یہ کیوں نہ ہوتا جبکہ اسلامی عقیدہ نہایت سادہ اور روح پرور تھا۔ مدینہ کے عربوں کو مکہ کے عربوں کی طرح اپنے خداؤں کو رد کرنے میں کوئی خاص نقصان نہ تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پڑوس میں رہائش پذیر چند دولتمند یہودی بہت عرصے سے ان کے مختلف قبائل کو اکسا کر لڑاتے رہتے تھے جس سے اکثر یہ لڑائیاں نہ ختم ہونے والی طویل خانہ جنگیوں میں بدل جاتی تھیں۔ اہلِ مدینہ یہودیوں کے اس غیر اخلاقی طرزِ عمل سے اکتائے ہوئے تھے اور وہ دیرپا امن اور بھائی چارے کے متمنی تھے۔

اگلے سال حج کے موقع پر حضرت مصعبؓ مدینہ سے ۷۲ مسلمان مرد اور عورتوں کے ساتھ مکہ لوٹے۔ رسولؐ اللہ ان کو رازداری سے ملے اور ان کو اسلام کی راہ پر گامزن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح اس وفد کے ارکان آپؐ سے روحانی فیض حاصل کرکے نہایت مسرور ہوئے۔ انہوں نے آپؐ کو ہجرت کرکے اپنے شہر آنے کی دعوت دی اور آپؐ اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان و مال لگا دینے کی بیعت کی۔ آپؐ نے ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے ہجرت کا ارادہ کرلیا۔ یہ فیصلہ اسلام کے لئے بہترین تھا۔ مکہ میں ڈھائے جانے والے ظلم و ستم سے دور مدینہ کے مسلمانوں میں دین مضبوط ہوسکتا تھا۔ مگر پھر بھی اگر آپؐ باقی مسلمانوں سے پہلے ہجرت کرتے تو آپؐ کے بچ نکلنے کی پاداش میں پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے جاتے۔ لہٰذا رسولؐ اللہ نے مکہ ہی میں رہتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو خاموشی سے ہجرت کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آپؐ کی ہدایت پر عمل کیا، اپنی دولت اور جائیداد مکہ ہی میں چھوڑ دی اور مدینہ کی راہ لی۔

حضرت بلالؓ کو بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کی ہدایت کی گئی۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا:

" اللہ تعالیٰ نے تم کو (یہاں سے دور) بھائی عطا کئے ہیں اور گھر دیئے ہیں، جہاں تم محفوظ رہو گے۔ لہٰذا تم وہاں ہجرت کرجاؤ۔"

حضرت بلالؓ یہ فرمان سن کر غمگین ہو گئے۔ وہ یہاں رسولﷺ اور ان کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے اپنے محسن حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خطرات سے بھرے ہوئے اس شہر میں تنہا چھوڑ کر کیسے جا سکتے تھے؟ کیا وہ آپؐ کی جدائی برداشت کر سکتے تھے؟ مگر وہ آپؐ کا حکم بھی نہیں ٹال سکتے تھے؟ لہٰذا انہوں نے رختِ سفر باندھا اور الوداعی طواف کرنے کے لئے کعبہ تشریف لے گئے۔

جب آپ کے دو نزدیکی دوستوں حضرت عمارؓ ابن یاسر اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو آپکے ارادے کا علم ہوا، تو انہوں نے آپکے ہمراہ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن ان کو سفر کی تیاری کرنے کے لئے چند روز درکار تھے۔

حضرت بلالؓ آپؐ کے حکم کو بجا لانے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں چاہتے تھے، لہٰذا انہوں نے دونوں صحابہؓ کرام پر اپنی مجبوری کی وضاحت کرتے ہوئے ان کو مکہ سے اسی رات چل نکلنے کے لئے کہا۔ دونوں نے آپ سے اتفاق کیا اور وہ تینوں تعاقب میں آنے والے دشمن کے جاسوسوں سے بچتے بچاتے دشوار پہاڑی راستوں پر سفر کرتے ہوئے مدینہ روانہ ہو گئے۔

مدینہ پہنچے تو...

حضرت بلالؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ دہاں کے مہمان نواز مسلمان بھائیوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ انہوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا، ان کے آرام کا ہر طرح سے خیال رکھا اور ان کی ہر ممکن مدد کی۔ اسی لئے بعد میں یہ مدنی مسلمان بھائی 'انصار' یعنی 'مددگار' کہلائے۔

حضرت بلالؓ کا دل مدینہ میں بالکل نہ لگا۔ ان کو رسولؐ اللہ کی یاد ستاتی تھی اور ان کو جلد سے جلد ملنے کی خواہش بے چین کیے رکھتی تھی۔ جونہی مکہ سے کوئی مسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچتا، حضرت بلالؓ اسے فوراً مل کر آپؐ کا حال پوچھتے۔ ان کو ہمیشہ یہی یقین دلایا جاتا کہ آپؐ عنقریب مدینہ پہنچنے ہی والے ہیں۔ لہٰذا، وہ روزانہ صبح آپؐ کی آمد کی امید میں مکہ سے آنے والے راستوں پر چکر لگاتے۔ شام کو یہ آس دم توڑ جاتی اور حضرت بلالؓ مرجھائے سے اپنے ٹھکانے پر واپس آ جاتے۔ رات بے قراری سے گزارتے اور اگلے دن صبح امید کی ان راہوں پر دوبارہ چل نکلتے۔ پھر جب آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینے پہنچے تو حضرت بلالؓ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ فوراً آپؐ کے پاس پہنچے، آپؐ سے بغلگیر ہوئے اور آپؐ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر انہوں نے یہی عمل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دہرایا۔ وہ اپنے پیاروں سے مل کر اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے اپنی موجودہ رہائش گاہ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ

ان کے نئے مدنی گھر منتقل ہو گئے۔

جلد ہی مکہ کی خشک آب و ہوا میں پلنے بڑھنے والے مہاجرین مدینہ کی مرطوب بخار آور آب و ہوا کا مقابلہ نہ کر سکے اور بیمار پڑنا شروع ہو گئے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت بلال ؓ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بخار کی شدت کے دوران یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنے گئے:
"ہر آدمی اپنے اہل وعیال میں مگن امید اور توقع لئے ہر صبح کو خوش آمدید کہتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ موت اس کی چپل کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

حضرت بلال ؓ کا مضبوط جسم بخار سے ناتواں ہو گیا۔ تیز بخار کی حالت میں وہ ایک نظم پڑھتے سنے گئے، جس میں مکہ اور اس کی جانی پہچانی جگہوں کا ذکر تھا۔ وہ نظم کچھ اس طرح تھی:
" کیا میں اب کبھی مکہ کی وادی میں ازخر اور جلیل[۱] کی بکھری ہوئی جھاڑیوں کے درمیان کوئی رات بسر کر سکوں گا؟
کیا میں پھر مجنّہ[۲] کے پانی پر پہنچ کر سورج طلوع ہوتا دیکھ سکوں گا؟
کیا میں پھر کبھی شامہ اور طافل[۳] کو دیکھ سکوں گا؟"

حضرت بلال ؓ کو اپنے ظالم آقا امیہ ابن خلف اور اس کے ساتھیوں کو کوستے ہوئے بھی سنا گیا۔ یہ الفاظ کچھ اس طرح تھے:
" اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ ابن خلف پر لعنت فرما کہ انہوں نے ہی ہمیں مکہ سے نکال کر اس وبائی زمین کی طرف بھیجا۔"

رسول ؐ اللہ کو مہاجرین کے بارے میں جب یہ پریشان کن خبریں پہنچیں تو آپ ؐ نے دعا کی:
" اے اللہ! ہمارے دلوں میں اس شہر کے لئے اتنی بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت ڈال دے جتنی ہمیں مکہ سے تھی۔"

حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت بلال ؓ اور دیگر مہاجرین جلد ہی اس موسمی بخار سے صحتیاب ہو گئے پھر انہوں نے ماضی کی طرح اپنا زیادہ تر وقت آپ ؐ کی صحبت میں گزارنا شروع کر دیا اور اس نئے ماحول سے مانوس ہو کر اسی کا ایک حصہ بن گئے۔

۱۔ سرکنڈے کی طرح خوشبودار گھاس کے نام ۲۔ چشمہ کا نام ۳۔ پہاڑوں کے نام

مدینہ میں رسولؐ اللہ پر بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے اسلامی تعلیمات پر مبنی ہدایات کا سلسلہ وحی کی صورت میں لگاتار نازل ہوتا رہا۔ آپؐ نے خود کو مدینہ میں اسلام کو مستحکم کرنے، انتظامی امور کی درجہ بندی کرنے اور شہر کی اندرونِ خانہ حفاظت کے مختلف انتظامات کو حتمی شکل دینے کے لئے وقف کرلیا۔ مدینہ کے یہودی قبیلوں کے ساتھ معاہدے کرنا بھی ان امور کا حصّہ تھا۔ اس طرف سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد آپؐ نے اپنی مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دی۔ آپؐ کی رہائش گاہ مسجد کی دیوار سے متصل تھی اور آپؐ کی مسجد میں باآسانی تشریف آوری کے پیشِ نظر اس میں دروازہ رکھا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی ایسی ہی سہولت فراہم کی گئی تھی۔ ان کے بھی گھر کا ایک دروازہ براہِ راست مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اسی گھر میں رہائش پذیر تھے۔

رسولؐ اللہ نے مہاجرین اور انصار میں گہرا رشتہ قائم کرنے کے لئے ان کو اخوت کی ڈور میں باندھ دیا۔ ہر ایک مہاجر کا بھائی ایک انصاری بنا دیا گیا۔ حضرت بلالؓ کا بھائی چارہ مدینہ کے قبیلہ خثعم کے انصاری حضرت ابو رویحہؓ ابن عبدالرحمٰن خثعمی سے قائم ہوا۔ حضرت بلالؓ نے یہ رشتہ مرتے دم تک نبھایا۔ بہت سال بعد جب خلیفہء وقت حضرت عمرؓ نے آپ سے شام میں مجاہدین کے کسی خاص دستہ میں شامل ہونے کے لئے آپ کی پسند کے بارے میں پوچھا تو حضرت بلالؓ نے فوراً جواب دیا:

" میں ابورویحہؓ کا ساتھ دوں گا۔ میں اسکو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا اور اس کا اخوت کا رشتہ خود رسولؐ اللہ کا قائم کیا ہوا ہے۔"

رسولؐ اللہ کا بیت المال...

انصار نے مہاجرین کی ضروریات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے مہمانوں کو اپنی دولت میں شرکت کی پیش کش کی لیکن مہاجرین نے یہ گوارا نہ کیا اور محنت کر کے عزت کی روزی کمانے کو ترجیح دی۔ ان میں سے اکثر نے تجارت کے پیشہ کو دوبارہ اپنا لیا اور چند نے کچھ ہی عرصہ میں خوب دولت کمالی۔ جہاں تک حضرت بلالؓ کا تعلق ہے، انہوں نے رسولؐ اللہ کی خدمت کے لئے آپؐ کے بیت المال کی دیکھ بھال کی ذمہ داری قبول کی۔ آج کل کی اصطلاح میں ہم ان کی اس ذمہ داری کو وزیر خزانہ کا درجہ دے سکتے ہیں۔ وہ آپؐ کی کل آمدنی کے رکھوالے اور منتظم تھے۔ لہٰذا آپؐ کے پاس جب بھی کوئی سائل آتا، آپؐ اس کو حضرت بلالؓ کے پاس کھانا کھانے اور کپڑے لینے کے لئے بھیج دیتے۔ بیت المال اکثر خالی ہوتا لیکن پھر بھی آپؐ کسی ضرورت مند کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ حضرت بلالؓ رسولؐ اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے حاجتمند کو بازار لے جاتے، ادھار پر ان کی ضرورت کی چیزیں دلاتے اور بعد میں بیت المال میں رقم آنے پر ادھار لوٹا دیتے۔ اس سلسلے میں چند واقعات درج کئے جا رہے ہیں جو اس جذبہ کی پوری طرح عکاسی کرتے ہیں:

رسولؐ اللہ کی عادت تھی کہ مال کی صورت میں آپؐ کو جو کچھ بھی ملتا اسے فوری طور پر اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ ایک دفعہ آپؐ حضرت بلالؓ کے حجرے میں گئے اور آپؐ کو وہاں کھجوروں کے چند توڑے نظر آئے۔ آپؐ نے یہ کھجوریں دیکھ کر حضرت بلالؓ سے قدرے خفگی سے پوچھا۔

" بلال! یہ کیا ہے؟"
" یارسولؐ اللہ! میں نے یہ کھجوریں آپؐ اور مہمانوں کے لئے بچا کر رکھی ہیں۔"

آپؐ نے جواب دیا:
" بلال! دے دو، یہ اللہ کی راہ میں فوراً دیدو۔ تنگی سے نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہماری مدد فرمائے گا۔"

رسولؐ اللہ عید کی صبح مسجد نبوی میں عید کی خصوصی نماز قائم کراتے تھے۔ نماز کے بعد عید کا خطبہ بھی دیتے تھے جس میں آپؐ خیرات دینے اور بالخصوص عید کے روز معمول سے زیادہ سخاوت کا مظاہرہ کرنے کا درس دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عورتیں زیادہ سخی تھیں۔ وہ مردوں کی نسبت زیادہ صدقہ وخیرات دیتی تھیں۔ آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے آپؐ کو حضرت بلالؓ کے ساتھ عید کی نماز کے بعد مسجد نبوی سے باہر نکلتے دیکھا۔ کسی نے آپؐ کو بتایا کہ عورتیں آپؐ کا خطبہ نہیں سن پائیں۔ آپؐ عورتوں کے لئے قائم کردہ مخصوص حصہ میں گئے اور ان کے لئے خطبہ کا دوبارہ اہتمام کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں:
" میں نے خود عورتوں کو بلالؓ کے کرتے کے دامن میں اپنے بُندے، کنگن اور دوسرے زیورات ڈالتے ہوئے دیکھا۔"

ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت بلالؓ کے پاس کچھ حاجتمند بھیجے تا کہ ان کو کھانا اور کپڑا مہیا کیا جا سکے۔ حضرت بلالؓ کے پاس یہ چیزیں خریدنے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ وہ بازار گئے تا کہ یہ چیزیں ادھار حاصل کرسکیں، یا پھر کسی سے کچھ رقم ادھار لے کر یہ مقصد پورا کرسکیں۔

اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ساہوکار یہودی نے حضرت بلالؓ کو ادھار دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ جب بھی ان کو مسجد میں اذان دیتے ہوئے سنتا، ان سے نفرت محسوس کرتا۔ اس کو حضرت بلالؓ کی آواز کا مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے والے اثر کا اندازہ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ کاش حضرت بلالؓ دوبارہ کسی کافر کے غلام بن جائیں اور وہ ان کو سختی کے ساتھ اذان دینے سے روک دے۔ لہٰذا، جب اس نے حضرت بلالؓ کو ایک پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ضرورت مند کے ساتھ بازار آتے دیکھا تو وہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اس نے حضرت بلالؓ کو حسبِ ضرورت رقم فراہم کرنے کی پیش کش کردی۔ حضرت بلالؓ کو اس وقت

ادھار ملنے کی امید ایک نعمت محسوس ہوئی۔ مگر جب یہودی ساہوکار نے اپنے معمول کے ضابطے کے تحت ضمانت مانگی تو ان کی یہ خوشی ایک دم غائب ہوگئی۔ انہوں نے اس یہودی کو مخاطب کیا:
" اگر میرے پاس تمہیں ضمانت دینے کے لئے کچھ ہوتا تو مجھے تم سے ادھار لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

یہودی نے جواب دیا:
" بلال! مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ مجھے یقین ہے جو ادھار تم محمدؐ کی خاطر لے رہے ہو، یقیناً ادا کر دو گے۔ میں تم سے کوئی ایسی ضمانت نہیں چاہتا جو تم مہیا نہ کرسکو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو میرے پاس گروی رکھ دو۔"

حضرت بلالؓ یہ سن کر ایک دم چونکے۔ کچھ دیر کے ردِعمل کے بعد انہوں نے سوچا کہ اس تجویز کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ یہ ادھار یقیناً لوٹا دیں گے۔ لہٰذا انہوں نے اقرار میں سر ہلایا اور وہ ساہوکار یہودی اپنی کامیابی پر خوشی سے جھوم اٹھا۔

اس ادھار کی ادائیگی کی مدت ایک ماہ مقرر کی گئی۔

وہ یہودی حضرت بلالؓ پر ذہنی بوجھ ڈالنے کی غرض سے ان کو جان بوجھ کر وعدہ کی تاریخ یاد کراتا رہا۔ دن گزرتے گئے۔ مہینہ اختتام پر آن پہنچا لیکن قرض ادا کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ حضرت بلالؓ پریشان ہوگئے۔ وہ آپؐ کو یہ بات بتانے میں ہچکچاہٹ محسوس کررہے تھے۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ دکھائی نہ دیتا تھا اور رسولؐ اللہ کے بیت المال کا منتظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے حضرت بلالؓ کو اندازہ تھا کہ اس وقت وہ یا آپؐ یہ ادھار یا اس جیسے دوسرے ادھار ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ آخر کار حالات سے مایوس ہوکر انہوں نے یہ راز آپؐ پر آشکارا کرتے ہوئے کہا:
" یارسولؐ اللہ! میں جانتا ہوں کہ آپؐ یا میں اس وقت یہ قرض ادا نہیں کرسکتے مگر وہ یہودی نہ صرف مجھے تنگ کررہا ہے بلکہ دھمکیاں بھی دے رہا ہے۔ کیا آپؐ مجھے اجازت دیں گے کہ میں مسلمان بھائیوں سے ادھار لے کر یہ رقم ادا کردوں؟"

رسولؐ اللہ نے یہ تجویز غور سے سنی، مگر خاموش رہے۔ حضرت بلالؓ الجھے الجھے پریشان حال گھر

چلے گئے۔ وہ سونے کے لئے اپنے بستر پر جا لیٹے مگر اس فکر و پریشانی سے ان کو نیند نہ آئی۔ وہ وقفے وقفے سے کروٹیں بدلتے رہے۔ اچانک انہوں نے دروازے پر دستک کی آواز سنی۔ دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ آپؐ نے ایک شخص کو انہیں بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت بلالؓ فوراً آپؐ کے گھر پہنچے۔ ان کو دیکھ کر رسولؐ اللہ نے فرمایا:

" بلال! تمھارے لئے ایک اچھی خبر ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں اتنا مال بھیج دیا ہے کہ انشاء اللہ ہمارے* سب قرضے اتر جائیں گے۔"

" تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں" حضرت بلالؓ نے شکر بجالاتے ہوئے جواب دیا۔

" کیا تم نے راستے میں قیمتی اشیاء سے لدے ہوئے چار اونٹ دیکھے ہیں؟" آپؐ نے پوچھا۔

" جی ہاں! میں نے انہیں دیکھا ہے" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔

" وہ چاروں اونٹ اور ان پر لدا ہوا تمام مال تمہارا ہے۔ جاؤ تمام قرضہ ادا کردو"

حضرت بلالؓ نے اطمینان کی سانس لی۔ انہوں نے آپؐ کو بھیجے گئے ان تحائف کو ساتھ لیا، گھر پہنچ کر اونٹوں پر سے سامان اتارا، ان کو چارا کھلایا اور ستانے دیا۔ وہ فجر کی نماز کے بعد ایک نزدیکی پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی آواز میں اعلان کرتے ہوئے کہنے لگے:

" اگر کسی شخص کا رسولؐ اللہ کی طرف کوئی ادھار یا حق نکلتا ہے تو وہ مجھ سے رجوع کرے تاکہ میں وہ ادا کردوں۔"

پھر وہ سامان سے لدے ہوئے اونٹ بازار لے گئے اور ان کو بیچ کر اس یہودی ساہوکار اور دوسرے لوگوں سے لئے گئے ادھار چکا دیئے۔ شام کو حضرت بلالؓ رسولؐ اللہ کو ملنے گئے۔ آپؐ مسجد نبوی میں اکیلے تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو دیکھ کر پوچھا:

" کہو کیسا رہا؟"

---

* غور کیجئے۔ رسولؐ اللہ نے حضرت بلالؓ کو انتہائی نرمی سے مخاطب کرتے ہوئے "میرے سب قرضے" کی بجائے "ہمارے سب قرضے" کے الفاظ استعمال کئے۔ یعنی انہوں نے اپنے قرضوں کو بھی حضرت بلالؓ کے قرضے ٹھہراتے ہوئے ان سے اپنائیت ظاہر کی۔

" یارسولؐ اللہ! اللہ نے آپؐ کے تمام قرضے چکا دیئے ہیں" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔

" کچھ باقی بچا؟" آپؐ نے پوچھا۔

" جی ہاں! حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔ ۲ اوقیہ سونا"

یہ سن کر آپؐ فکرمند ہو گئے کہ اس سونے کا کیا کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا:

" بلال! اس سے میرا پیچھا چھڑاؤ۔ جب تک تم یہ سونا کسی کو دے نہیں دیتے میں گھر نہیں لوٹوں گا۔"

حضرت بلالؓ ساری شام سائل تلاش کرتے رہے لیکن ناکام رہے۔ لہٰذا آپؐ نے وہ رات مسجد نبوی ہی میں گزار دی۔ آپؐ اگلے دن شام کو گھر لوٹ سکے جب دو ضرورت مند مسجد نبوی میں آئے اور ان کو وہ مال دے دیا گیا۔

ہجرت کے تیسرے سال نجد کے ایک طاقتور قبیلے غطفان نے قریش کی کھلے بندوں حمایت کر دی۔ لہٰذا آپؐ نے ان کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ اس غزوہ سے واپسی پر راستے میں آپؐ کی نظر ایک نوجوان انصاری مجاہد حضرت جابرؓ ابن عبداللہ پر پڑی، جو اپنے ضعیف اور کمزور اونٹ کی وجہ سے بار بار قافلے سے پیچھے رہ جاتے تھے۔

حضرت جابرؓ اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ان کو قافلے میں ملانے کے لئے کئی مرتبہ اپنی رفتار کم کی۔ آپؐ نے جابرؓ کے اونٹ کی رفتار تیز کرنے کے لئے چند مرتبہ اسے کچوکے بھی لگائے۔ اس عمل کے بعد اس ضعیف اونٹ کی رفتار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور وہ آپؐ کے ناقے کے برابر چلنے لگا۔

حضرت جابرؓ کی اس سفر کے دوران آپؐ سے ہونے والی دلچسپ گفتگو ان کی شادی اور گھریلو حالات پر مشتمل تھی۔ اس گفت و شنید کا دوسرا موضوع ان کا بوڑھا اونٹ تھا۔ آپؐ نے اس کو حضرت جابرؓ سے خریدنے کی خواہش ظاہر کی لیکن وہ آپؐ کو یہ اونٹ تحفہ میں دینا چاہتے تھے۔ آپؐ نے اسے خریدنے ہی پر اصرار کیا۔ آخر کار حضرت جابرؓ اس کو ایک اوقیہ سونے کے عوض بیچنے پر رضامند ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ پہنچ کر کیا ہوا؟ حضرت جابرؓ یہ واقعہ ان الفاظ میں خود

بیان کرتے ہیں:

" میں اپنا اونٹ لے کر آپؐ کے گھر پہنچا۔ اونٹ کو دروازے کے قریب بٹھادیا اور خود مسجد نبوی میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے مجھے کافی دیر ہو گئی۔ جب رسولؐ اللہ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور اپنے دروازے پر ایک اونٹ کو بیٹھا پایا تو لوگوں سے اس کے بارے میں استفسار کیا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ اونٹ جابر لایا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ جابر کہاں ہے؟ میں مسجد سے بلایا گیا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا:

'اے میرے بھائی کے بیٹے! اپنا اونٹ واپس لے جاؤ۔ یہ اب تمہارا ہے۔'

پھر انہوں نے بلالؓ کو بلایا اور ان کو مجھے ایک اوقیہ سونا دینے کے لئے حکم دیا۔ بلالؓ نے ایک اوقیہ سونے سے کچھ زیادہ ہی سونا مجھے دیا۔" حضرت جابرؓ نے قسم کھاتے ہوئے اپنی گفتگو کو جاری رکھا:

"قسم اللہ کی! میں یہ تحفہ پا کر نہال ہو گیا۔ اس اونٹ کی برکت سے میرے گھریلو معاملات روز بروز بہتر سے بہتر ہوتے چلے گئے۔"

ہجرت کے نویں سال تک قریش اور ان کے حواریوں کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اسلام مضبوط ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں آپؐ اور اسلامی مملکت کو سکون اور خوشحالی حاصل ہوئی اور بیت المال کی حالت اسلامی فتوحات میں ملنے والے مالِ غنیمت میں سے آپؐ کے حصہ کی وجہ سے نہایت مستحکم ہو گئی۔ عرب ریاستوں سے بہت سارے وفود مدینہ آ کر اپنے قبیلوں کی طرف سے مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ ان سب کی دیکھ بھال حضرت بلالؓ کی ذمہ داری تھی۔ وہ رسولؐ اللہ کے مہمانداری سے متعلق احکامات کو اپنی سوچ اور تدبیر سے عملی جامہ پہناتے تھے۔ ان وفود میں سے کچھ وفد شہزادوں اور روساء پر مشتمل تھے، جو سونے کی انگوٹھیاں اور قیمتی ملبوسات زیب تن کئے تھے اور کچھ غریب آدمیوں پر مبنی تھے جو آپؐ سے تحائف ملنے کی توقع رکھتے تھے۔

ان ہی دنوں ایک صحرا گرد قبیلہ مرّہ کا ۱۳ آدمیوں پر مشتمل وفد مدینہ آیا تا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے۔ اس کی قیادت حارثؓ بن عوف کر رہے تھے۔ انہوں نے آپؐ سے اپنی ملاقات کے دوران کہا:

" اے اللہ کے نبیؐ! ہم آپؐ ہی کے خاندان سے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد ایک تھے۔ ہمارا تعلق لوی* بن غالب کے قبیلے کی ایک شاخ سے ہے۔"

---

* لوی رسولؐ اللہ کے شجرہ نسب میں آٹھویں پشت میں سے تھے۔

رسولؐ اللہ مسکرائے اور فرمایا:

" تم نے اپنے لوگوں کو کہاں چھوڑا؟"

" سلاح اور اسکے نواح میں"

" اور وہاں تمہاری بستیوں کی حالت کیسی ہے؟" آپؐ نے پوچھا

" ہم قحط کی وجہ سے نہایت مشکل حالات سے دوچار ہیں۔" پھر اس نے آپؐ سے درخواست کرتے ہوئے کہا: "براہِ کرم ہمارے لئے دعا فرمایئے۔"

"اے اللہ!" رسولؐ اللہ نے دعا کی "ان کو بارش عطا فرما۔"

قافلے کی روانگی کے وقت آپؐ نے حضرت بلالؓ کو وفد کے ارکان کو تحائف دینے کی تاکید کی۔ حضرت بلالؓ نے ہر رکن کو ۱۰ اوقیہ اور ان کے سربراہ کو ۱۲ اوقیہ چاندی دی۔ گھر واپس لوٹنے پر انہوں نے بارش سے اپنی چراگاہوں کو سرسبز و شاداب پایا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بارش عین اسی دن ہوئی تھی جس دن آپؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

مدینہ میں آنے والے قافلوں کے بارے میں اس طرح کی بے شمار اور روائتیں ہیں۔ چونکہ ان سب کو یہاں قلمبند کرنا ممکن نہیں، اس لئے کتاب کے اس حصہ کو مندرجہ ذیل دلچسپ روایت کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے۔

یہ روایت عراق کے جنوب میں واقع ایک قبیلہ کے عباس ابن مرداس کے بارے میں ہے۔ وہ فتح مکہ سے کچھ دیر پہلے اسلام لایا۔ اس نے اپنے قبیلہ کے ہزاروں مجاہدوں کی سربراہی کرتے ہوئے آپؐ کی چند فوجی مہمات میں حصہ لیا۔ وہ زبان کا تیز تھا۔ لہٰذا اس کی شاعری میں بھی تلخی پائی جاتی تھی۔ ایک دفعہ اس کو ایک غزوہ کے بعد مالِ غنیمت سے چار اونٹ دیئے گئے۔ اس نے ایک نظم میں اپنی غیر اطمینانی کا کھل کر اظہار کیا۔ رسولؐ اللہ کو جب اس تنقید کا علم ہوا تو آپؐ نے اسے اپنے مخصوص انداز میں نرمی سے سمجھایا۔ اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی وہاں پر موجود تھے۔ انہوں نے بھی اس کو راضی کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا اور آپؐ کی موجودگی ہی میں دونوں کے درمیان تکرار چل نکلی۔ آخر کار رسولؐ اللہ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا:

" اس کو یہاں سے لے جاؤ اور اس کی زبان کاٹ دو"

عباس "قطعِ لسان" کا یہ حکم سن کر حواس باختہ ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا لیکن وہ اپنی جگہ مضبوطی سے کھڑا رہا۔ اسی کشمکش کے دوران وہ شرمندگی سے چیخا:
"یا رسولؐ اللہ! کیا بلالؓ واقعی میری زبان کاٹ دیں گے؟"

حضرت بلالؓ نے اس کے کان میں آہستہ سے کہا:
" اللہ کے رسولؐ کا مطلب وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ آپؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا حصہ بڑھا کر تمہارا منہ بند کر دوں۔"

حضرت بلالؓ عباس کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس کو مزید پچاس اونٹ اور نئے کپڑے دیئے۔

اللہ تعالیٰ رسولؐ اللہ پر اپنی رحمتیں نچھاور فرماتے ہوئے آپؐ کے بیت المال کے منتظم پر اپنا خاص رحم فرمائے۔ (آمین)

شادی خانہ آبادی...

حضرت بلالؓ اپنے روزانہ کے معمولات میں اتنے مشغول تھے کہ اپنی زندگی کے زیادہ تر حصہ میں وہ شادی کے خیال ہی سے پریشان ہو جاتے تھے۔ غلامی کے زمانے میں ان کا وقت اور سوچ اپنے مالک اور اس کے قبیلے کی خدمت کے لئے وقف تھے۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کافی عرصہ کافروں کی دی گئی تکالیف سہتے گزارا۔ اس کے بعد وہ رسولؐ اللہ کی رفاقت میں ایک اہم شخصیت بن کر ابھرے۔ انہوں نے اپنی سوچ اور عمل رسولؐ اللہ کی دیکھ بھال، اللہ کی عبادت اور اسلام کی حفاظت کے لئے مخصوص کر دیئے اور دن رات مصروف رہے۔

دن گزرتے گئے۔ حالات پر سکون ہو گئے۔ حضرت بلالؓ جہاد میں ملنے والے مالِ غنیمت سے قدرے خوشحال ہو گئے تو ان کو شادی کا خیال آیا۔ ان کے اس خیال کو مزید تقویت اس وقت ملی جب ان کے بھائی نے مدینہ آ کر ان سے اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے لڑکی کے ماں باپ کو راضی کرنے کے لئے مدد مانگی۔ وہ ایک یمنی خاندان میں شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس کو اس رشتہ سے اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ وہ لڑکی والوں کی برادری سے نہ تھا۔ پھر اس نے حضرت بلالؓ سے اپنی عزیز داری کا ذکر کیا جس کے جواب میں اس کی ہونے والی سسرال نے یہ شرط عائد کر دی کہ اگر رسولؐ اللہ کا یہ محبوب ساتھی آ کر اس کی سفارش کرے تو وہ یہ رشتہ منظور کر لیں گے۔ حضرت بلالؓ اپنے بھائی کی مدد کرنے کو فوراً تیار ہو گئے۔ وہ رسولؐ اللہ سے اس سفر کی

اجازت لے کر اپنے بھائی کے ساتھ یمن پہنچے۔ انہوں نے اپنے بھائی کے سسرال سے رابطہ کیا اور اس طرح ان کے بھائی کی دلی مراد پوری ہوئی۔

یمن میں قیام کے دوران ایک دن حضرت بلالؓ مسجد میں ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے کہ ان کو محسوس ہوا جیسے ان کے کان میں کوئی سرگوشی کر کے ان کو اپنا گھر بسانے کی تلقین کر رہا ہو۔ یہ واقعہ ان کے ذہن میں نقش ہو گیا، لہٰذا انہوں نے کسی مناسب لڑکی کی تلاش شروع کر دی۔ کسی نے اس سلسلے میں ان سے قبیلہ خولان کی دوشیزہ ہند کے بارے میں ذکر کیا۔ وہ ہند کے ماں باپ کے پاس گئے اور ان سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ ان سے سوال کیا گیا:
" تم کون ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟"

" میں بلال ابن رباح ہوں۔" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔" میں رسولؐ اللہ حضرت محمدؐ کے صحابہ میں سے ایک ہوں۔ میں افریقہ سے لایا گیا غلام تھا*، میرے رب نے مجھے آزاد کر دیا۔ میں سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا تھا، میرے رب نے مجھے ہدایت دی۔ میں اس وقت آپ سے آپ کی بیٹی کا ہاتھ مانگ رہا ہوں۔ اگر آپ ہاں کہیں گے تو میں جواب میں الحمدُ للّٰہ کہوں گا۔ اگر آپ ناں کہیں گے تو میں جواب میں اللہ اکبر کہوں گا۔"

ہند کے ماں باپ نے فیصلہ کرنے میں کوئی جلدی نہ دکھائی۔ انہوں نے اپنے خاندان کے چند افراد پر مشتمل وفد مدینے بھیجا، جس نے رسولؐ اللہ سے اس رشتے کے بارے میں مشورہ مانگا۔ رسولؐ اللہ نے جواباً فرمایا:
" تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ تم بلال کی موزونیت کے بارے میں کوئی سوال اٹھاؤ؟ تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ تم ایک جنتی کو اس کی حیثیت سے کم درجہ خیال کرو؟"

جب وفد کے ارکان نے آپؐ کے یہ الفاظ سنے تو یہ یمنی خاندان حضرت بلالؓ سے رشتہ جوڑ کر حاصل ہونے والی عزت کے تصور سے مطمئن ہو گیا۔ لہٰذا کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت بلالؓ اور ہند کی شادی ہو گئی۔ یہ شادی نہایت کامیاب اور خوشیوں سے بھرپور ثابت ہوئی۔ حضرت بلالؓ اور ہند کو آپس میں گہری محبت ہو گئی۔ البتہ کبھی کبھار نئے شادی شدہ جوڑوں کی طرح ان میں بھی

*اس جملے سے حضرت بلالؓ کا اشارہ اپنے ماں باپ کا افریقہ سے وابستہ ہونے کے بارے میں ہے۔

تکرار ہو جاتی ۔ ایک دفعہ دونوں کے درمیان کسی بات پر بحث چل نکلی ۔ حضرت بلالؓ نے اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کے لئے اس بات کے بارے میں رسولؐ اللہ کا حوالہ دے دیا۔ ہند نے بحث کو ختم کرتے ہوئے ان پر الزام لگایا کہ رسولؐ اللہ نے کبھی بھی ایسی بات نہ کہی ہوگی اور حضرت بلالؓ نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے یہ حوالہ خود ہی گھڑ کر آپؐ کے نام سے منسوب کر دیا ہے۔ حضرت بلالؓ اتنا بڑا الزام حقیقت میں تو در کنار مذاق میں بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ سے ان کو بہت رنج پہنچا۔ جب وہ مسجد گئے تو آپؐ نے ان کے چہرے پر رنجیدگی کے تاثرات محسوس کئے۔ آپؐ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے آپؐ کو اس معاملے کی تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ رسولؐ اللہ اپنی پہلی ہی فرصت میں حضرت بلالؓ کے گھر تشریف لے گئے ۔ آپؐ نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت بلالؓ گھر پر نہ تھے۔ ہند آپؐ کی اس اچانک تشریف آوری پر بہت حیران ہوئی ۔ اس نے آپؐ کا استقبال عقیدت اور خوش اخلاقی سے کیا۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا:

" کیا تم بلال سے خوش نہیں؟"

" میں خوش ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

رسولؐ اللہ نے فرمایا: "بلال تمہیں میرے حوالے سے جو بھی کہتا ہے، وہ سچ ہوتا ہے۔ بلال کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آؤ۔ اس کو کبھی ناراض نہ کرو۔ اگر تم بلال کو ناراض کرو گی تو اللہ تم سے راضی نہ ہوگا۔"

ہند نے رسولؐ اللہ کی نصیحت کے آگے سر جھکا دیا اور اپنے آپ کو پہلے سے بہتر بنانے کا وعدہ کیا۔ جب حضرت بلالؓ گھر لوٹے تو ہند نے ان سے معافی چاہی اور یوں ان کے گھر میں خوشگوار ماحول ایک مرتبہ پھر لوٹ آیا۔

رسولؐ اللہ پر اللہ کی رحمتیں نچھاور ہوں ۔ آپؐ اپنے تمام کام چھوڑ کر مدینہ کی گرد آلود گلیوں میں اپنے پیارے دوست کے گھر عاجزی کے ساتھ صرف اس لئے تشریف لے گئے کہ خاتون خانہ کو سمجھا کر اس چھوٹے سے، پیارے سے خاندان میں محبت و الفت کی فضا دوبارہ قائم کرنے میں مدد فرمائیں۔

اللہ کا سپاہی...

ہجرت سے قبل مشرکینِ مکہ نے آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لہٰذا مختلف قبائل سے منتخب نوجوانوں نے آپؐ کے گھر کے دروازے کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔ جب رسولؐ اللہ ہجرت کے ارادے سے گھر سے نکلے تو کچھ لمحوں کے لئے ان کافروں کی بینائی جاتی رہی اور آپؐ ان کی نظروں میں آئے بغیر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ رسولؐ اللہ کو پختہ یقین تھا کہ آپؐ کا تعاقب کیا جائے گا۔ لہٰذا آپؐ مدینہ کی مخالف سمت میں واقع ایک غار میں تین دن تک چھپے رہے۔ پھر آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دشوار گزار پہاڑی راستے اپناتے ہوئے مدینہ روانہ ہو گئے۔ مشرکین نے آپؐ کو زندہ یا مردہ واپس مکہ لانے کے لئے سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا، لیکن تعاقب کرنے والوں کے لئے آپؐ کو ان اونچے نیچے پہاڑی راستوں پر ڈھونڈ نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا مشرکین کو اس سلسلے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور جلد ہی ان کو خبر ملی کہ آپؐ اپنے جانثار ساتھیوں میں بخیریت مدینہ پہنچ گئے ہیں۔ مدینہ اہلِ قریش کے لئے شام کے ساتھ تجارت کے سلسلے میں شہ رگ کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ نتیجتاً رسولؐ اللہ کی اس کامیاب ہجرت نے ان کے دلوں میں غصے اور نفرت کی آگ میں تیزی پیدا کر دی۔ آپؐ کو یقین تھا کہ مشرکین زیادہ دیر صبر نہ کر پائیں گے اور جانثارانِ اسلام کو ختم کرنے کے لئے مدینہ پر جلد ہی حملہ کر دیں گے۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؐ نے سوچا تھا۔

ہجرت کے دوسرے ہی سال سے اہلِ قریش نے مسلمانوں پر پے در پے حملے کرنے شروع کر

دیے۔انہوں نے مدینہ کے گردونواح میں واقع قبائل کو روپے پیسے کا لالچ دیکر اس بات پر اکسایا کہ جب بھی موقع ملے وہ مدینہ پر یلغار کریں، مسلمانوں کو قتل کریں، انکی جائیدادوں کو تباہ کریں اور ان کی فصلوں کو آگ لگا دیں۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو ہر سال مدینہ کے نزدیک یا پھر اس سے دور کئی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ مسلمان، باوجود محدود تعداد اور جنگی وسائل کی کمی کے، باتدبیر سربراہی، بلند حوصلے اور جذبہ جہاد کی فضیلت کی برکت سے کافروں کو شکست پر شکست دیتے چلے گئے۔ آخر کار آپؐ کے وصال سے دو سال پہلے ۸ ہجری میں انہوں نے قریش کے آبائی شہر مکہ کو بھی فتح کر لیا۔

حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ ہر جنگ میں شریک تھے۔ یہ یقیناً بڑے نصیب کی بات تھی۔ غزدہ بدر مسلمانوں کے لئے پہلی بڑی اور اہم جنگ تھی۔ رسولؐ اللہ نے اس غزوہ میں شریک ہونے والے صحابہؓ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا:
" اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو مخاطب کر کے کہا ہے: 'میں نے تمہارے سارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔"

اس غزوہ کی اتنی اہمیت تھی کہ اس میں شریک تمام ۳۱۳ صحابہؓ کرام کو "اصحابِ بدر" جیسے شاندار لقب سے نوازا گیا اور ان کو آج بھی اسی عزت و احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت بلالؓ بھی اہلِ بدر تھے۔ وہ ان صحابہؓ کرام کے بھی ساتھ تھے جنہوں نے غزوہ احد میں اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا۔ وہ غزوہ خندق میں مدینہ کے محاصرے کے دوران ان چند صحابہؓ کرام میں سے ایک تھے جنہوں نے مشکل حالات میں بھی رسولؐ اللہ کا ساتھ نبھایا حالانکہ اس غزوہ میں بہت سے حضرات حالات سے مایوس ہو کر اور یا پھر کوئی بہانہ بنا کر میدان جنگ سے واپس چلے گئے تھے۔ اس طرح حضرت بلالؓ نے اللہ کی رضا کے لئے تمام (۲۵ یا اس سے زائد) غزوات میں حصہ لیا۔ یہی نہیں بلکہ جب رسولؐ اللہ کے وصال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ اول مقرر ہونے کے بعد حضرت اسامہ ابن زیدؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر شام روانہ ہونے لگا، تو حضرت بلالؓ نے اپنے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو درخواست کرتے ہوئے کہا:
" اے رسولؐ اللہ کے خلیفہ! میں نے آپؐ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ اہلِ ایمان کا سب سے اعلیٰ عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے، لہٰذا میں اس اسلامی فوج کا ساتھ دیکر شہادت تک جہاد کرنا چاہتا

ہوں۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت بلالؓ کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا ان کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ گو کہ حضرت بلالؓ کا آپؐ کے وصال کے بعد مدینہ میں دل نہ لگتا تھا، انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے احسانات اور باہمی محبت اور عزت کے جذبات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان کی بات مان لی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ حکومت صرف دو سال تک رہا۔ حضرت بلالؓ ابھی تک آپؐ کے وصال کے غم سے ہی نہ نکل پائے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات نے ایک اور زبردست ذہنی دھچکا دیا۔ ان کے لئے اب مدینہ کے شب و روز اور بھی ویران ہو گئے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ وہ اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں جان دے دیں۔ لہٰذا انہوں نے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ سے شام میں ہونے والی لڑائیوں میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے بھی ان کو اپنا ارادہ بدلنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت بلالؓ اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ آخرکار حضرت عمرؓ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کی بات مان لی۔

حضرت بلالؓ شام چلے گئے۔ انہوں نے وہاں اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور پھر وہ وہیں رہائش پذیر ہو گئے۔ انہوں نے آپؐ کے وصال کے ۱۰ سال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے ۸ سال بعد ۲۰ ہجری میں رحلت فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۶۳ برس عمر پائی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے ۳۰ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ۴۳ برس کی عمر میں مدینہ ہجرت کی اور تقریباً ۴۸ برس کی عمر میں شادی کی۔

آیئے اب ہم ان غزوات کے دوران چند ایسے واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں جن سے حضرت بلالؓ کی شہرت اور عزت کو چار چاند لگ گئے۔

غزوہ بدر میں حضرت بلالؓ کو موقعہ میسر آیا کہ وہ اپنے پرانے ظالم مالک امیہ ابن خلف سے بدلہ لے سکیں۔ یہ غزوہ متوازن نہ تھا۔ مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کی نسبت صرف ایک تہائی تھی۔ اس کے باوجود مشرکین کے کئی نامی گرامی سردار، جن میں ابوجہل بھی شامل تھا، اپنے انجام کو پہنچے۔ غزوہ کے اختتام سے کچھ دیر پہلے امیہ اور اس کے بیٹے نے ذہنی طور پر قیدی بننا منظور کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت بلالؓ کی نظر امیہ پر پڑی۔ وہ اپنی تلوار سونت کر انصار کو مدد

کے لئے پکارتے ہوئے ان دونوں کی طرف دوڑے۔ امیہ نے اپنے بیٹے کو زخمی ہو کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ اونچی آواز میں چیختا ہوا اپنی جان بچانے کے لئے بھاگا۔ حضرت بلالؓ نے اس کا پیچھا کیا۔ امیہ کو حضرت بلالؓ کے وار نے گھائل کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا۔ حضرت بلالؓ نے اونچی آواز میں اسے مخاطب کیا:

" امیہ! آج تم کتنے معمولی اور بے بس انسان ہو۔"

حضرت بلالؓ فتح مکہ کے عظیم الشان دن ایک نمایاں شخصیت بن کر ابھرے۔ رسولؐ اللہ اس دن ۱۰ ہزار جانثاروں کے ساتھ اپنی ناقہ پر شہر میں داخل ہوئے۔ مشرکین نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ آپؐ نے اللہ کے حضور اپنا سر جھکا رکھا تھا اور حمد باری تعالیٰ میں مصروف تھے۔ اہلِ مکہ بمعہ اپنے سرداروں کے حرم میں پناہ گزین ہو گئے۔ انہوں نے آپؐ کو اپنے ساتھیوں کے گھیرے میں بیت اللہ کی حدود میں داخل ہوتے دیکھا۔ ان ساتھیوں کی سربراہی حضرت بلالؓ کر رہے تھے جو بلند آواز میں مسلسل پکار رہے تھے:

" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وہ ایک ہے۔
اس کا کوئی شریک نہیں۔
اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔
اس نے اپنے غلاموں کو فتح سے سرفراز فرمایا۔
اس نے کمزور بندوں کو سنبھالا دیا۔
اس اکیلے نے تمام ناپسندیدہ قوتوں کو مغلوب کیا۔"

حیران و پریشان مشرکین خاموش کھڑے تھے۔ وہ اپنے بارے میں رسولؐ اللہ کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے آپؐ کو اپنی ناقہ سے اتر کر حضرت بلالؓ کے ساتھ بیت اللہ کے دروازے کی طرف جاتے دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ حضرت بلالؓ تیزی سے بیت اللہ کے کلید بردار عثمان ابن طلحہؓ کے پاس گئے، اس سے چابی لی اور آپؐ کے لئے دروازہ کھول دیا۔ ان شاندار مگر جذباتی لمحات میں اس پر جوش کثیر ہجوم میں ہر شخص کی دلی خواہش تھی کہ وہ آپؐ کو چھو سکے، آپؐ کا قرب حاصل کر سکے۔ لیکن یہ ممکن نہ تھا۔ یہ سعادت صرف چند صحابہؓ کرام ہی کو حاصل تھی، جن میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ حضرت بلالؓ ان تین خوش قسمت صحابہؓ کرام میں سے ایک تھے،* جن کو رسولؐ اللہ اپنے ساتھ بیت اللہ

---

* حضرت بلالؓ کے علاوہ باقی دو صحابہؓ کرام رسولؐ اللہ کے چچیرے بھائی حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور آپؐ کے منہ بولے بیٹے و آزاد کردہ غلام زیدؓ ابن حارث تھے۔

کے اندر لے گئے۔ بیت اللہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ آپؐ نے سب سے پہلے کعبہ کی عمارت کے اندر دو رکعت نفل ادا کیے۔ پھر حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ کی مدد سے تمام بتوں کو توڑا اور تصویروں کو مٹایا۔

... پھر بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ رسولؐ اللہ اور پھر ان کے پیچھے حضرت بلالؓ دروازے کے اندر سے نمودار ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا اور وہ اذان دینے کیلئے کعبہ کا غلاف پکڑ کر چھت پر چڑھنے لگے۔

وہاں پر موجود ہر آنکھ انکا تعاقب کر رہی تھی اور کافروں کے ذہنوں میں یہ سوال ابھر رہا تھا:
" یہ حبشن کا بیٹا کیا کرنے جا رہا ہے؟"

مگر وہ خاموش تھے۔ انکے خیال میں کچھ نہ کچھ ہونے والا تھا کیونکہ بلال نے متبرک کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر انکے مقدس گھر کی بے حرمتی کر کے انکے خداؤں کی ناراضگی مول لے لی تھی۔ لہٰذا شاید بلال کو آگ آن دبوچے اور وہ جل جائے۔

وہ دیکھتے رہے اور حضرت بلالؓ دیوار پر بغیر کسی رکاوٹ کے چڑھتے چلے گئے۔ ان کے خدا اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے بظاہر مضبوط لمبے لمبے بازو پھیلائے اب بھی چپ چاپ کعبہ کے اردگرد بے بس کھڑے تھے۔ حضرت بلالؓ کو کوئی آگ نہ لگی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیت اللہ کی چھت پر پہنچ گئے۔

انہوں نے اپنے جسم کو سیدھا کیا، لمبا سانس لے کر مکہ کی تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھری اور اپنے پُرعزم کھنکھناتے لہجے میں بآواز بلند اذان دینی شروع کی:

الله اکبر! الله اکبر!

الله اکبر! الله اکبر!

اشهد ان لا اله الا الله!

اشهد ان لا اله الا الله!

اشهد ان محمد رسول الله!

اشهد ان محمد رسول الله!

وہ اذان دیتے چلے گئے... اور اس دوران مشرکین نے حضرت علیؓ کو رسولؐ اللہ کی ہدایت پر ان کے خداؤں کو یکے بعد دیگرے نیست و نابود کرتے ہوئے دیکھا۔ اذان ختم ہوگئی... اور اس کے ساتھ اللہ کے شریک بھی! "

آپ ان لمحات میں مسلمانوں اور بالخصوص اس شہر میں ذہنی وجسمانی اذیتیں اٹھانے والے مہاجرین کے احساسات اور جذبات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ اپنے رب کی مدد اور اپنے رسولؐ کی سربراہی میں اپنی شاندار تاریخ کو اجاگر ہوتے دیکھ رہے تھے۔ یہ ابتدا تھی۔ نہایت روشن، نہایت واضح اور نہایت پر امید۔ انہیں اس وقت مستقبل اس سے بھی زیادہ درخشاں دکھائی دے رہا تھا۔

اسی طرح آپ کافروں کے جذبات وخیالات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں ڈرے ڈرے، سہمے سہمے بے چینی کی حالت میں کھڑے اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ اپنے ناکارہ خداؤں کو بےبسی کے عالم میں تباہ ہوتے دیکھ رہے تھے۔ اپنے متبرک کعبہ کی چھت پر کھڑے ایک اذیت زدہ حقیر غلام کے منہ سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے بارے میں تعریفی کلمات سن رہے تھے۔ اچانک رسولؐ اللہ اپنی ناقہ پر بیٹھے بیٹھے ان کی طرف مڑے اور پوچھا:
" تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟"

انہوں نے جواب دیا:
" آپؐ ہمارے رحمدل بھائی ہیں اور رحمدل بھائی کے بیٹے ہیں!"

رسولؐ اللہ نے یہ جواب سن کر فرمایا:
" تم آزاد ہو، جہاں چاہو جا سکتے ہو!"

اے ہمارے پیارے رحمتہ للعالمینؐ! آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتیں نچھاور ہوں۔ (آمین)

عظمت وسادگی کا پیکر...

حضرت بلالؓ اپنی تمام شاندار کامیابیوں کے باوجود ہمیشہ سادہ طبیعت رہے۔ انہوں نے کبھی بھی اعلیٰ درجے یا نمایاں عہدے کی خواہش نہ رکھی۔ وہ ہمیشہ صرف اللہ کا ایک ادنیٰ سپاہی بن کر زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ انہوں نے جب بھی کبھی اپنی تعریف میں کوئی کلمہ سنا، شرما گئے۔ انہوں نے ہمیشہ پرزور الفاظ میں اصرار کیا کہ خود تو وہ کچھ بھی نہ تھے، محض ایک غلام تھے اور یہ اللہ ہی تھا جس نے ان کو آزاد کرایا اور سیدھے راستے پر چلایا۔

آیئے اس سلسلے میں اب ہم مندرجہ ذیل اقتباسات کو دیکھتے ہیں:

حضرت بلالؓ کی سوانح عمری لکھنے والے کہتے ہیں کہ جب لوگ حضرت بلالؓ کے سامنے ان کی تعریف کرتے تھے یا ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حوالہ دیتے تھے تو وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے:

" میں ایک نہایت کمزور اور بے بس انسان ہوں۔ میں تو بس ایک افریقی نژاد غلام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر اپنا کرم فرما کر مجھے آزادی عنایت فرمائی۔"

ایک دوسری روایت کے مطابق خلیفہ رسولؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ حکومت میں چند حضرات مدینہ کی ایک ٹھنڈی اور خوشگوار شام کو محفل سجائے بیٹھے تھے۔ وہ آپؓ کے وصال کے بعد عرب میں اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی پر مبنی خلیفہ وقت کی شاندار کامیابیوں پر ان کی تعریف کر رہے تھے۔ اس گفت وشنید کے دوران کسی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سراہتے ہوئے کہا:

" رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر نہ تو کسی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ جتنے نیک کام کیے ہیں اور نہ ہی اسلام کے لیے ان جتنی قربانیاں دی ہیں ۔"

اسی محفل میں ایک قصہ گو بھی بیٹھا تھا۔ اس نے یہ سن کر جواب دیا:
" لیکن ایک ایسا شخص اور بھی ہے جس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ جتنے نیک عمل کیے اور ان جتنی یا شاید ان سے بھی زیادہ قربانیاں دیں۔"

" وہ کون ہے؟ " حاضرینِ مجلس نے تعجب سے پوچھا۔

" بلالؓ " اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

" بلالؓ ابن رباح؟" انہوں نے حیرت سے بھرپور سوالیہ انداز میں کہا۔

" یقیناً۔ بلالؓ ابن رباح!" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

" یہ کیسے ممکن ہے؟ تم یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو؟" حاضرین مجلس میں سے کسی نے جذباتی انداز میں سوال کیا۔

" بلالؓ بہت سخت امتحانات سے گزرے ۔ انہوں نے ان آزمائشوں کا سامنا بڑے حوصلے اور ثابت قدمی سے کیا۔" قصہ گو نے جواب دیا۔

" کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ آزمائشوں سے نہیں گزرے؟ کیا انہیں اذیتیں نہیں دی گئیں؟ کیا انہیں ایک مرتبہ اتنا نہیں مارا گیا کہ انکا چہرہ خون سے بھر گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے؟'' انہوں نے احتجاج کیا۔

" یہ صحیح ہے۔ ایسا ہی ہوا۔" اس نے جواب دیا "ابو بکرؓ کو بھی اذیتیں دی گئیں۔ ان کو بھی دھمکایا گیا۔ وہ بھی سخت آزمائشوں سے گزرے لیکن وہ صاحب قبیلہ تھے اور ان کا قبیلہ ان کی جان کا محافظ تھا۔ انکے دشمن ان کو ہر طرح سے تنگ تو کر سکتے تھے لیکن جان سے نہیں مار سکتے تھے اور ابو بکرؓ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن دوسری طرف بلالؓ ان دنوں محض ایک غلام تھے۔ ان کو مکہ کے کسی بھی قبیلے کی پشت پناہی حاصل نہ تھی۔ انکو اندازہ تھا کہ انکا آقا ان کو پلک جھپکتے ہی قتل کر سکتا ہے۔ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ ایسا ہونے پر نہ تو کوئی شخص ان کو بچانے کی کوشش کرے گا

اور نہ ہی اس ظلم پر احتجاج کرے گا۔ کئی دفعہ بلالؓ کو موت کی حد تک اذیت پہنچائی گئی۔ ہر دفعہ انہوں نے یہی سمجھا کہ ان کا آخری وقت آن پہنچا۔ مگر پھر بھی وہ بڑے حوصلے سے یہ خطرہ مول لیتے رہے۔ انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا نہیں۔ وہ اپنے مؤقف پر مضبوطی سے قائم رہے۔ مشرکین کی خواہش اور اصرار کے باوجود ان کی زبان سے اسلام کے خلاف یا بتوں کی تعریف میں کبھی کوئی ایسا جملہ نہ نکلا جس کی بنیاد پر ان کی سزا میں کمی کر دی جاتی۔ بلکہ اس دوران ان کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔"

" کیا صرف بلالؓ ہی واحد صاحبِ ایمان تھے جن کی زندگی خطرے میں تھی؟" کیا ابوبکرؓ کو بعض موقعوں پر اس خطرے کا سامنا نہ کرنا پڑا؟"

" ابوبکرؓ کو ایسی صورت حال کا کب سامنا کرنا پڑا؟" قصہ گو نے پوچھا۔

" ابوبکرؓ نے جیسا کہ تم جانتے ہو، رسولؐ اللہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران ایک خطرناک سفر اختیار کیا۔ ان کو معلوم تھا کہ ان کا اور اللہ کے رسولؐ کا تعاقب کیا جا رہا تھا اور اگر وہ پکڑے جاتے تو دونوں کا خاتمہ یقینی تھا۔ پھر بھی انہوں نے اللہ کی راہ میں یہ خطرہ خوشی سے قبول کیا۔" حاضرین میں سے ایک شخص نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

" لیکن پھر بھی..." قصہ گو نے اصرار کرتے ہوئے کہا "وہ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے امتحان سے گزرے بغیر خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ ہو سکتا ہے قریش کے ہاتھوں پکڑے جانے پر ابوبکرؓ اذیتوں کا مقابلہ نہ کر پاتے اور خود کو بچانے کے لئے عمار بن یاسرؓ کی طرح کافروں کی خواہش کے مطابق ان کے اسلام کے خلاف بولے گئے کلمات کو دہراتے۔"

" تمہیں عمارؓ کے بارے میں یہ سب کچھ کہنے کی ہمت کیسے ہوئی؟" محفل میں موجود بہت سارے افراد نے بیک وقت احتجاج کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے بات بڑھاتے ہوئے کہا:
" عمارؓ کو ناقابلِ بیان تکالیف دی گئی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے والد کو تڑپا تڑپا کر مارا گیا۔ ان کی والدہ کو... ان کی والدہ کو ابوجہل نے ظالمانہ طریقے سے پیٹ کے نچلے حصے میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ خود عمارؓ کے سینے کو گرم سلاخوں سے داغا گیا۔ ان حالات کے تحت انہوں نے مجبوری کی حالت میں بتوں کی تعریف میں صرف ایک آدھ لفظ ہی کہا تھا۔ ظاہری بات

ہے کہ وہ سخت ذہنی دباؤ میں تھے اور ان کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ رسول اللہؐ کو ان حالات کی سختی کا اندازہ تھا۔ اسی لئے آپؐ نے عمارؓ کو اس واقعہ پر قصوروار نہیں ٹھہرایا۔ عمارؓ کے چند مسلمان بھائی اس بارے میں شش و پنج میں پڑے تھے کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی:

'... سوائے اس کے جس کا دل ایمان سے منوّر ہو لیکن وہ دباؤ میں آ کر بے دینی کے کلمات بول جائے۔' احکام الٰہی کا یہ حوالہ دیتے ہوئے اس شخص نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

یہ سب کچھ ہونے کے باوجود تم عمارؓ کو الزام دے رہے ہو، جو یقیناً درست نہیں۔"

" نہیں۔ میں نہ تو عمارؓ بن یاسر کے خصوصی اوصاف اور نہ ہی ان کی اس ظلم سے بھرپور سزا کو برداشت کرنے کی صلاحیت کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ میں تو صرف یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ یہ صرف بلالؓ ہی تھے جو موت سے ہمکنار کر دینے والی سزائیں سہتے ہوئے بھی کبھی نہ جھکے، اپنے ایمان پر ڈٹے رہے اور منہ سے کبھی بے دینی کی بات نہ نکلنے دی۔" قصہ گو اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتا چلا گیا۔ " تمہیں یاد ہوگا جب بلالؓ جلتے ہوئے سورج کے نیچے تپتی ہوئی ریت پر بھاری پتھر کے نیچے دبے ہوئے کراہ رہے تھے، تو انہوں نے کمزور پڑنے کی بجائے ایسے ایمانی کلمات ادا کئے کہ اس سے کافروں کے غصہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ ابوجہل نے اس وقت اپنی پوری کوشش کی کہ بلالؓ کی زبان سے بتوں کی تعریف اور یا پھر رسول اللہؐ کے خلاف صرف ایک عدد جملہ ہی اگلوا لے، لیکن اسے سخت مایوسی ہوئی۔ بلالؓ اپنی دھن کے پکے تھے۔ انہوں نے ابوجہل کی بات نہ مانی اور اللہ کی تعریف جاری رکھی۔ ابوجہل کی ساری عزت خاک میں مل گئی۔ اس کو کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ بلالؓ کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ ان کو قتل کر کے اپنی کمزوری کا اعلان کرے اور یا پھر ان کو چھوڑ کر اپنی شکست کا اعتراف۔" قصہ گو نے قدرے توقف سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ " گو بلالؓ اس وقت امیہ، ابوجہل اور دوسرے سردارانِ مکہ سے ملنے والی اذیتیں سہتے ہوئے ایک بے بس قیدی تھے، لیکن درحقیقت وہ ان لمحات کے بے تاج بادشاہ تھے۔ لہٰذا امیہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس اپنی عزت بچانے کے لئے بلالؓ کو بیچ دینے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ بچا۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میرے خیال میں ابتدائے اسلام میں اذیتیں پانے والے صحابہؓ کرام میں سب سے زیادہ ممتاز شخصیت بلالؓ کی تھی۔"

" بلالؓ کے ذاتی اوصاف میں کوئی شک نہیں۔" حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے کہا " لیکن تم ان خوبیوں کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہو۔ ابوبکرؓ کا درجہ اسلام میں منفرد ہے۔ اس مقام تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تم کو سمجھ نہیں آتی کہ رسولؐ اللہ نے ہجرت جیسے تاریخی اور اہم موقع پر صرف ابوبکرؓ ہی کا انتخاب کیوں کیا؟ انہوں نے ابوبکرؓ کو نماز کے لئے امام کیوں مقرر کیا؟ کیا تمہیں رسولؐ اللہ کے وہ الفاظ یاد نہیں جب آپؐ نے ارشاد فرمایا:
" اگر میں نے صرف ایک خلیل چننا ہوتا تو میں یقیناً ابوبکرؓ ہی کو چنتا"

قصہ گو اپنی بات پر اڑا رہا:
" یہ سچ ہے کہ رسولؐ اللہ نے ابوبکرؓ ہی کو ہجرت میں ہم سفر بنانے کے لئے چنا، لیکن دوسری طرف خزانچی جیسا اہم عہدہ بلالؓ ہی کو عنایت فرمایا..."

حاضرین میں سے کسی نے اس کی بات کاٹی:
" کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں کہ عمرؓ اور دوسرے کئی نامی گرامی صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر ابوبکرؓ کو سب میں ممتاز قرار دیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس کی تائید تمام مسلمانوں نے کی۔ اگر یہ بزرگ کسی اور کو ابوبکرؓ سے زیادہ موزوں سمجھتے، تو یقیناً انہیں خلیفہ بناتے۔"

قصہ گو کی اس دلیل سے بھی تسلی نہ ہوئی۔ اس نے کہا:
" میرے خیال میں عمرؓ نے بلالؓ کی آزادی کے دن خود ہی میری سوچ کی تصدیق کر دی تھی، جب انہوں نے کہا تھا: ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے جس شخص کو آزاد کیا ہے وہ بھی ہمارے سردار ہیں۔"

اس کے جواب میں کسی نے یہ بحث جاری رکھتے ہوئے جواب دیا:
" اور یہ اعزاز بھی تو ابوبکرؓ ہی کو حاصل ہے کہ بلالؓ ان کے ذریعے اسلام سے روشناس ہوئے۔"

" لیکن ہم سب تو صرف اللہ کی رضا ہی سے ہدایت یافتہ ہوئے ہیں۔" قصہ گو نے دلیل دی۔

" خاموش ہو جاؤ۔" کوئی اچانک اونچی آواز میں بولا۔ پھر اس نے اپنی آواز کو دھیما کرتے ہوئے سرگوشی کی: "بلالؓ آ رہے ہیں۔"

حضرت بلالؓ مجلس میں پہنچے تو سب نے ان کا پر جوش خیر مقدم کیا لیکن وہ ان کے بارے میں اپنی

گفت وشنید کے دوران ان کی غیر متوقع آمد پر کچھ شرمندہ سے ہو گئے۔ لہٰذا کچھ دیر تک ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا اور وہ خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہے۔ حضرت بلالؓ سمجھ گئے کہ اس خاموشی کے پیچھے کوئی راز ہے۔ انہوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا:

" کیا بات ہے۔تم میرے آنے پر ایک دم خاموش کیوں ہو گئے؟''

محفل میں شریک ایک شخص نے مؤدبانہ انداز میں کہا:

"یہ سب آپ کی تعریف میں آپ کے وصف بیان کر رہے تھے۔"

" میرے وصف..." حضرت بلالؓ حیران ہوئے۔ "میں تو ایک گمراہ شخص تھا۔ افریقی نژاد غلام ماں باپ کا بیٹا، پیدائشی غلام۔ پھر اللہ نے مجھ پر اپنا کرم کیا۔ میں آزاد ہو گیا اور میں نے راہِ ہدایت پائی۔"

پھر کسی نے ہمت کر کے مدھم لہجے میں حضرت بلالؓ کو بتایا:

" ہم میں سے کچھ حضرات آپ کو ابو بکرؓ پر ترجیح دے رہے تھے۔"

یہ بات سن کر حضرت بلالؓ کے چہرے کا رنگ ایک دم متغیر ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے غصّے کے عالم میں احتجاج کیا:

" میرا مقابلہ اور وہ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ؟ میں تو بس ان کے بے شمار نیک کاموں میں سے صرف ایک ہوں!"

یا بلالؓ! اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

بلالؓ اور غلامیت...

یہاں پر غلامی کے موضوع پر حضرت بلالؓ کے تاثرات قلمبند کرنا یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ سے ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے شام کی ایک مسجد میں دینی درس کے دوران یہ سوال پوچھا گیا:

" اسلام میں برے اعمال کی ممانعت ہے جن میں شراب، جوا اور زنا شامل ہیں۔ غلامی بھی ایک غیر اخلاقی عمل ہے، پھر اس کی ممانعت کیوں نہیں کی گئی؟"

" جیسا کہ آپ جانتے ہیں..." حضرت بلالؓ نے کثیر التعداد مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے اس سوال کا جواب دیا۔ "دنیا کا نظام غلام ہی کی محنت سے چل رہا ہے۔ اگر اسلام یا پھر کوئی اور دین غلامی کے رواج کو یکسر ختم کر دیتا تو دنیا بھر میں بے سکونی اور طوائف الملوکی پھیل جاتی جس سے آقا اور غلام دونوں بری طرح متاثر ہوتے۔ مالکوں کا نقصان واضح ہے۔ جہاں تک غلاموں کا تعلق ہے ..." حضرت بلالؓ کہتے چلے گئے۔ "ان کو ان کی ذاتی دیکھ بھال کرنے والا سہارا نہ ملتا اور وہ قوتِ اعتماد کی کمی کے باعث آزاد ہوتے ہی اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے مجرمانہ فعل و افکار اپنانے پر مجبور ہو جاتے۔ اس سے ہر طرف ہر قسم کے جرائم پھیل جاتے، دنیا میں امن اور سکون ختم ہو جاتا۔"

ایک شخص نے مسجد کے دوسرے کونے سے اونچی آواز میں سوال کیا:

" اسلام نے غلاموں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا ہے؟"

" اسلام نے غلاموں کی فلاح و بہبود کے لئے وہ کام کیا ہے جو کسی دوسرے دین نے نہ تو کیا اور نہ ہی کر سکتا تھا۔" حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔ "یہودیت غلام سے فائدہ اٹھانے کو کہتی تھی۔ عیسائیت اس موضوع پر یکسر خاموش رہی۔ اسلام نے مالکوں کے لئے ایک واضح راستہ مقرر کیا۔ ان کو غلاموں کی آزادی کی ترغیب دے کر اس عمل کے لئے جزا کا وعدہ کیا۔ لہٰذا اہلِ ایمان کے لئے غلام کو رہا کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:
' کیا نہیں عطا کی ہم نے اس کو دو آنکھیں، زبان اور ہونٹ اور دکھا دی ہیں ہم نے اس کو (خیر و شر) کی دونوں راہیں۔ مگر نہ گزرا وہ دشوار گذار گھاٹی پر سے اور کیا جانو تم کیا ہے وہ گھاٹی؟ آزاد کرنا ہے غلام کا...' (۹۰۔البلد: ۷۔۱۵)

حضرت بلالؓ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: "... اور اللہ تعالیٰ نادانی میں ہو جانے والی حادثاتی موت کے معاوضے کے بارے میں فرماتا ہے:
' اور نہیں ہے کسی مومن کے لئے (مناسب) کہ قتل کر دے کسی مومن کو مگر غلطی سے اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو غلطی سے تو آزاد کر دے ایک غلام مومن کو اور خون بہا ادا کیا جائے مقتول کے وارثوں کو، مگر یہ کہ معاف کر دیں وہ بطور صدقہ...'" (۴۔النسآء: ۹۲)

یہ حوالہ دے کر حضرت بلالؓ نے مزید کہا:
"اسلام درحقیقت تمام غلاموں کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے، لیکن اس عمل کو حکم کے طور پر نافذ کر کے مالکوں کے لئے مشکلات پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ اسلام نے غلاموں کو زکوٰۃ کا حقدار قرار دیا تاکہ وہ یہ رقم لے کر اپنی آزادی خرید سکیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:
' حقیقت یہ ہے کہ صدقات تو دراصل فقراء و مساکین کے لئے ہیں اور (ان کے لئے) جو مامور ہیں صدقات کے کام پر اور (ان کے لئے) جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ نیز غلاموں کو آزاد کرانے اور قرضداروں کی مدد کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی میں (خرچ کرنے کے لئے ہیں)۔ یہ ضابطہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔'" (۹۔التوبۃ: ۶۰)

حضرت بلالؓ اپنی دھن میں کہتے چلے گئے:

"اسلام نے مکاتبہ* کو بھی غلام کی آزادی کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس طرح جو غلام سمجھتا ہے کہ وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے مزدوری کر کے رقم اکٹھی کر سکتا ہے، اس کو یہ کوشش کر دیکھنی چاہئے اور اس کے مالک کو ہر صورت اسے کام کرنے کی اجازت دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اس موضوع پر ارشاد فرماتا ہے:

'اور جو خواہش رکھتے ہوں معاہدہ آزادی کی تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے، تو ان سے مکاتبت کرلو۔ اگر پاؤ تم ان میں بھلائی تو دو ان کو اللہ کے مال سے جو اس نے تمہیں دیا ہے...' "(۲۴۔النور:۳۳)

اس موقعہ پر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت بلالؓ کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے گرہ لگائی:

" اس میں کوئی شک نہیں اسلام نے یقیناً غلاموں کے لئے ہمدردانہ رویہ کا اظہار کیا ہے!"

حضرت بلالؓ نے اپنے سر کو اظہار اقرار میں جنبش دی اور اس شخص کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

" اور اسلام نے مالک پر یہ بھی فرض کر دیا ہے کہ وہ اپنے غلام سے عزت اور حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ رسولؐ اللہ نے بے شمار مواقع پر اس کمزور جماعت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی۔ اس بارے میں آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا:

'غلاموں اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔'

ایک دوسرے موقعہ پر جب آپؐ بستر مرگ پر تھے، فرمایا:

'اللہ سے نماز اور اپنے غلاموں کے سلسلے میں ڈرو۔'

آپؐ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی شدت سے حوصلہ افزائی کی۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

'جو غلام آزاد کرے گا میں اسکی اللہ کے حضور جہنم کی آگ سے آزادی کی سفارش کروں گا۔'

درحقیقت ..." حضرت بلالؓ کہتے چلے گئے۔ "اسلام نے غلاموں کیساتھ رحمدل اور نیک رویہ اختیار کرنے کی سفارش کی اور وہ اپنے ساتھ ہونے والا برا سلوک، اذیتوں کی تکلیف اور اس

---

*یعنی ایک خاص رقم ادا کر کے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ

سے پیدا شدہ دکھ درد سب بھول گئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے لوگوں میں آزادی سے رہنے کی بجائے اپنے آقا کی غلامی میں رہنے کو ترجیح دینے لگے۔"

" یہ کب ہوا؟" مجمع میں سے کسی نے سوال کیا۔

حضرت بلالؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا:
" جب رسولؐ اللہ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تو انہوں نے آپؐ کو اپنا غلام زید بن حارثؓ تحفہ کے طور پر دیا۔ زیدؓ رسولؐ اللہ کی معیت میں بہت خوش تھے۔ کچھ عرصے کے بعد زیدؓ کے قبیلے کا ایک وفد، جس میں اس کے والدین بھی شامل تھے، مکہ آیا۔ انہوں نے رسولؐ اللہ سے زیدؓ کو خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا:
"اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہے تو تم اس کو بلا معاوضہ لے جا سکتے ہو۔"

جب زیدؓ وہاں آئے اور ان کو اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ جانے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے اپنی زندگی ماں باپ کی بجائے رسولؐ اللہ کے ساتھ بسر کرنے کو ترجیح دی۔

اس موقعہ پر حاضرین میں سے کسی اور شخص نے بے اختیار کہا:
" کتنی عجیب بات ہے!"

"نہیں ..." حضرت بلالؓ نے وضاحت کی۔ "یہ قطعاً عجیب بات نہیں۔ مسلمان مالکوں نے جس پیار و محبت سے اپنے غلاموں کو رکھا، وہ ان کی توقع سے بالاتر تھا۔ بلکہ یہ حسنِ سلوک ان کے دل سے دوستوں اور رشتہ داروں کی یاد تک مٹا دیتا تھا۔ جب مجھے ابوبکرؓ نے آزاد کیا تو میں ان کا گرویدہ ہو گیا۔ ان کے دل میں اپنے لئے نرم گوشے کو محسوس کرتے ہوئے ان سے ایک منٹ کے لئے بھی جدا ہونا پسند نہ کیا۔ ہجرت کے بعد ان کے ساتھ ان کے گھر رہا۔ میری وفاداریاں ان کی وفات تک ان کے لئے وقف رہیں۔" حضرت بلالؓ اپنی رو میں کہتے چلے گئے۔ "اسلام آقا اور غلام میں تمیز نہیں کرتا۔ اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ 'اللہ تعالیٰ کی نظر میں تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اس کی اطاعت کرے۔' اسلام میں ایک آزاد شدہ غلام کے لئے کسی اعلیٰ عہدہ کو سنبھالنے پر کوئی پابندی نہیں۔ رسولؐ اللہ نے زیدؓ بن حارث کو اپنی فوج کا، جس میں کئی مشہور صحابہؓ کرام شامل تھے، سپہ سالار مقرر کیا۔ پھر ان کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے اسامہؓ

کو اسی اعزاز سے نوازا گیا۔" حضرت بلالؓ نے قدرے توقف کے بعد اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ " آپ کو معلوم ہے زیدؓ بن حارث کی شادی رسول اللہ کی پھوپھی زاد بہن سے ہوئی۔ اسلام کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے کوئی غلام یا آزادشدہ غلام کسی بھی قبیلہ سے منسلک کسی بھی حیثیت کی دوشیزہ سے شادی کا تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔ اسلام نے یہ ممکن بنادیا اور قبائل کی جھوٹی انا اور غرور کو رد کردیا تا کہ مختلف درجات کے انسانوں میں یکسانیت اور مساوات قائم ہو سکے۔"

مجلس میں سے کسی نے بآواز بلند کہا:

" یہ سب تو درست ہے لیکن بہتر ہوتا کہ غلامی کے رواج کو یکسر ختم کر دیا جاتا۔"

حضرت بلالؓ نے متانت سے جواب دیا:

" میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ غلامی کے رواج کے یکسر خاتمے سے غلاموں اور ان کے مالکوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسی لئے اسلام نے درمیانی راستہ اختیار کیا۔ غلاموں کے حقوق کو تحفظ بخشا اور ان کی آزادی کی ترغیب دی۔ اسلام نے ایک آدھ راستے کو چھوڑ کر غلامی کی طرف بڑھنے والے باقی تمام راستوں پر پابندی عائد کر دی۔ صرف اسلام کے خلاف جنگ کی صورت میں جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت دی گئی۔ وہ بھی اس صورت میں جب مسلمان فاتحین اس سزا کو مقررہ باقی دوسزاؤں سے زیادہ سودمند پائیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب اسلام کی تعلیم ہر طرف پھیل جائے گی تو اس سزا کو بھی برقرار رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہے گی اور یوں مستقبل میں غلامی کے رواج کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا۔"

اس موقعہ پر پھر ایک شخص اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور اس نے سوال کیا:

"بچوں اور عورتوں کو اغوا کر کے ان کو غلاموں کی منڈیوں میں بیچنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

حضرت بلالؓ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا:

" اسلام میں اس قسم کے عمل کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ ایسا کرنے والوں کو قیامت کے روز سخت ترین سزا دی جائے گی۔" پھر حضرت بلالؓ نے اس موضوع کو ختم کرتے ہوئے کہا۔

" اسلام نے غلامی کو ضرورت یا قدرتی عمل کا درجہ نہیں دیا بلکہ اسکو قابلِ نفرت قرار دیا۔ لیکن چونکہ

اس کا رواج بہت عام ہے، اس لئے اس کو کچھ عرصہ کے لئے برداشت کرنے ہی میں بہتری سمجھی اور اس بارے میں ایسے طریقے وضع کیے جو آہستہ آہستہ اس لعنت کا خود بخود خاتمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔"

مؤذنِ اوّل...

مکہ کے آخری ایام میں مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہوگئی تھی ۔ رسولؐ اللہ اور ان کے ساتھی یہ فرض کافروں سے چھپ کر اکیلے یا جماعت کی صورت میں ادا کرتے تھے۔ وہ مشرکین کی نظر سے بچتے بچاتے مکہ کی حدود سے باہر اپنے ایک ساتھی ارقم بن ابی ارقم کے گھر جمع ہوتے تھے۔ جمعہ کی نماز بھی اسی طرح ادا کی جاتی تھی۔

ہجرت کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوتے ہی مسلمانوں نے رسولؐ اللہ کی امامت میں مقررہ اوقات میں باقاعدگی سے نماز ادا کرنا شروع کردی۔ شروع میں ادائیگی نماز کے اعلان کے لئے کوئی خاص طریقہ رائج نہ تھا۔ اہلِ ایمان وقت سے پہلے مسجد میں جمع ہوجاتے اور نماز کا وقت پورا ہونے کا انتظار کرتے۔ جن افراد کا وقت کا اندازہ غلط ہوجاتا، وہ رسولؐ اللہ کی امامت میں نماز سے محروم رہ جاتے۔ دوسرے الفاظ میں اکثر لوگوں کو مسجد میں صحیح وقت پر پہنچ کر نماز ادا کرنے کے لئے اپنے کام کاج میں کافی دیر وقفہ دینا پڑتا۔ رسولؐ اللہ کو ان لمبے وقفوں کی وجہ سے مسلمانوں کو ہونے والے نقصان کا احساس تھا۔ آپؐ کی خواہش تھی کہ کام میں مصروف لوگ مسجد میں عین نماز کے وقت جمع ہوں۔ لہٰذا، ایک دن آپؐ نے اپنے قریبی ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ ایک صاحب نے رائے دی کہ ہر نماز کے وقت مسجد کی چھت پر جھنڈا لہرا کر وقت کا اعلان کیا جائے۔ یہ تجویز رد کر دی گئی کیونکہ جھنڈا صرف مسجد کے قریب موجود

لوگ ہی دیکھ سکتے تھے اور وہ بھی صرف دن کی روشنی میں۔ ایک اور تجویز کے مطابق لوگوں کو آگ جلا کر متوجہ کیا جا سکتا تھا، لیکن اس میں شرک کا خطرہ تھا۔ ایک خیال یہ بھی تھا کہ نمازیوں کو مسجد میں بروقت بلانے کا کام قرنے سے لیا جائے، لیکن یہ یہودیوں کی نقل تھی۔ آپؐ کے کثیر التعداد ساتھیوں کی آخری رائے یہ تھی کہ اس مقصد کے لئے گھنٹی اور یا پھر ناقوس استعمال کیا جائے۔ یہ طریقہ نصرانیوں کے طریقے سے ملتا جلتا تھا، لہٰذا اس لئے اس کی منظوری بحالت مجبوری دی گئی اور ناقوس بنانے کا کام شروع کر دیا گیا۔

ناقوس کے مکمل ہونے سے پیشتر ایک صبح حضرت عبداللہؓ ابن زید جذباتی انداز میں آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کو اپنا خواب سنایا:

" کل رات جب میں نیم خوابی کی حالت میں تھا، میں نے سبز لباس میں ملبوس ایک شخص کو ناقوس اٹھائے دیکھا۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنا ناقوس میرے ہاتھ بیچ دے تا کہ ہم لوگوں کو اقامت الصلوٰۃ کے لئے بلا سکیں۔ میری بات سن کر اس نے کہا:

' کیا میں تمہیں لوگوں کو بلانے کا اس سے بہتر طریقہ بتاؤں؟'

میری رضامندی پا کر اس نے مجھے یہ کلمات ہر نماز سے پہلے بآواز بلند ادا کرنے کی ہدایت کی:

الله اکبر! الله اکبر!	الله اکبر! الله اکبر!
اشهد ان لا اله الا الله!	اشهد ان لا اله الا الله!
اشهد ان محمد رسول الله!	اشهد ان محمد رسول الله!
حی علی الصلوة	حی علی الصلوة
حی علی الفلاح	حی علی الفلاح
الله اکبر! الله اکبر!	لا اله الا الله "

رسولؐ اللہ کا چہرہ حضرت عبداللہؓ ابن زید کا یہ خواب سن کر خوشی سے چمکنے لگا۔ آپؐ نے ان کو مخاطب کر کے کہا:

"اللہ نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ تم بلال کے پاس جاؤ۔ یہ خواب سنا کر اسے اپنی بلند اور مترنم آواز میں لوگوں کو نماز کی دعوت دینے کے لئے اذان دینے کو کہو۔"

حضرت بلالؓ نے حضرت عبداللہؓ سے اذان کے الفاظ سیکھ لئے۔ چونکہ مسجد نبوی ابھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچی تھی، حضرت بلالؓ نے اذان دینے کیلئے مسجد سے ملحق ایک گھر کی چھت کا انتخاب کیا، جو ایک خاتون النوار کی ملکیت تھا۔ النوار کا تعلق آپؐ کے ننھیالی قبیلے بنونجار سے تھا۔ اسکے گھر کی چھت نزدیکی تمام گھروں کی چھتوں سے اونچی تھی۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر حضرت بلالؓ نے مسجد کی چھت پر اس مقصد کے لئے بنائے گئے چبوترے پر کھڑے ہوکر اذان دینی شروع کردی۔

النوار بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ روزانہ صبح پو پھٹنے سے پہلے ان کے مکان کی چھت پر جا بیٹھتے تھے اور صبح کی سپیدی ظاہر ہونے کا انتظار کرتے تھے۔ جونہی وہ نمودار ہونا شروع ہوتی وہ دعا مانگتے:

" اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ قریش کو اپنا دین قبول کرنے کی ہدایت دے۔"

اس کے بعد وہ فجر کی اذان دینی شروع کردیتے۔

حضرت بلالؓ نے جب پہلی مرتبہ اذان دی تو حضرت عمرؓ خوشی خوشی مسجد نبوی میں آئے۔ انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ اذان کے بارے میں انہوں نے بھی حضرت عبداللہؓ ابن زید ہی کی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ ان کو مطلق علم نہ تھا کہ اس سلسلے میں خود آپؐ پر بھی وحی نازل ہو چکی ہے۔

اندازہ کیجئے کیا سماں بندھا ہوگا جب حضرت بلالؓ نے اپنی گہری، بلند اور خوبصورت آواز میں مسلمانوں کو اقامت الصلوۃ کی دعوت دینے کے لئے اسلام کی پہلی اذان دی، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد، اللہ تعالیٰ کی وحدت اور آپؐ کی صداقت کی شہادت ہوا کے دوش پر دور دور تک اہلِ ایمان کو سنائی دی۔

یہ دعوت حق تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ رسولؐ اللہ کی قیادت میں کندھے سے کندھا ملا کر اللہ کے حضور سربسجود ہونے کی دعوت۔ ذرا سوچئے یہ اذان سن کر مسلمانوں کے ذہنی وقلبی جذبات کا رنگ کیا ہوگا؟ یقیناً یہ صدا ان کے دلوں کو گرماتی ہوگی، روحانی خوشی سے سرشار کرتی ہوگی۔

ایسا بہت کم ہوا کہ حضرت بلالؓ بیماری اور یا پھر کسی اور مجبوری کے تحت اذان نہ دے سکے ہوں۔ وہ تقریباً دس برس لگاتار آپؐ کے لئے مدینہ میں یا مدینہ سے باہر دوران سفر مؤذن کے فرائض

سرانجام دیتے رہے۔ وہ روزانہ اذانِ فجر کے بعد حجرہ مبارک کے دروازے پر دستک دے کر آپؐ کو نماز کی امامت کے لئے بیدار کرتے تھے۔ وہ یہ فرض دورانِ سفر بھی نبھاتے تھے۔ اس سلسلے میں ۵ ہجری میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:
رسولؐ اللہ نے ایک غزوہ سے واپسی کے دوران رات بسر کرنے کے لئے ایک جگہ پڑاؤ کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پوچھا:
" آج رات پہرہ کون دے گا؟"

حضرت بلالؓ نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرتے ہوئے سب کو نماز فجر کے لئے اٹھانے کی ذمہ داری بھی لے لی۔ سب سو گئے۔ حضرت بلالؓ ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگالی اور پو پھٹنے کا انتظار کرنے لگے۔ وہ بے حد تھکے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ بے خبر سو گئے۔ سورج نکل آیا اور اس کی روشنی سے قافلے کے چند حضرات کی آنکھ کھل گئی۔ رسولؐ اللہ بیدار ہونے والوں میں سرفہرست تھے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو معاملہ کی حقیقت جاننے کے لئے طلب کیا۔ وہ آپؐ کے پاس آئے اور اپنی نیند پر قابو نہ پاسکنے کے بارے میں معذرت خواہ ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے خود وضو کیا اور تمام ساتھیوں کو بھی وضو کرنے کی ہدایت کی۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز قائم فرمائی۔ نماز کے اختتام پر آپؐ مقتدیوں کی طرف مڑے اور فرمایا:
" اگر کسی بھی وجہ سے نماز کا وقت ہاتھ سے نکل جائے، تو موقعہ ملتے ہی یہ فرض فوری طور پر ادا کرو کیونکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
" مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو۔"

لہٰذا حضرت بلالؓ اس رات جاگتے رہنے میں ناکامی کے باوجود اسلامی شریعت میں ایک مفید اضافہ کا باعث بنے۔

اس طرح رسولؐ اللہ کی حیاتِ مبارکہ کے دوران حضرت بلالؓ کی ایمان افروز آواز مدینہ کے گردونواح میں اپنا اثر دکھاتی رہی۔ پھر رسولؐ اللہ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ نے قطعی طور پر اذان دینی بند کر دی۔ آیئے یہاں دیکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے کن حالات کے تحت یہ فیصلہ کیا

اور اپنی زندگی کے بقیہ دس سال اس فیصلے پر مضبوطی سے قائم کیوں رہے؟

۱۱ ہجری کے دوسرے ماہ کی ایک رات کو رسولؐ اللہ قبرستان تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپؐ نے اپنے سر میں درد محسوس کیا۔ پھر آپؐ کو شدید بخار نے آ لیا اور آپؐ بستر تک محدود ہو گئے۔ رسولؐ اللہ کی بیماری کی خبر سن کر مسلمان بے حد پریشان ہوئے کیونکہ وہ آپؐ کے بغیر اپنی زندگی گزارنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ کچھ عرصہ تک آپؐ اپنے سر کو سفید کپڑے سے ڈھانک کر حضرت علیؓ اور فضل ابن عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے جا کر امامت کراتے رہے۔ پھر آپؐ کی بیماری میں تیزی آ گئی۔

جب حضرت بلالؓ نے ایک صبح فجر کی اذان دے کر حسب معمول رسولؐ اللہ کو بلانے کے لئے ان کے حجرہ مبارک کا دروازہ کھٹکھٹایا، تو کچھ دیر کے لئے ان کو کوئی جواب نہ ملا۔ فضا میں صرف افسردگی اور گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حضرت بلالؓ آپؐ کے انتظار میں کھڑے تھے کہ گھر کے کسی فرد نے حضرت بلالؓ کو آپؐ کا پیغام دیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ کی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کہا جائے۔ حضرت بلالؓ واپس مسجد میں آ گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ڈھونڈنے لگے، لیکن وہ ان کو کہیں دکھائی نہ دیئے۔ لہٰذا حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ رسولؐ اللہ نے اپنے حجرہ مبارک میں سے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو دوبارہ پیغام بھیجا کہ نماز کی سربراہی حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی سے کرائی جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نماز ظہر سے امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیئے۔ اگلے دن فجر کے وقت رسولؐ اللہ تیز بخار کے باوجود اپنے سر مبارک کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضرت علیؓ اور فضل ابن عباسؓ کے سہارے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس وقت تقریباً ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے۔ آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دائیں ہاتھ ان سے ذرا پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اچانک نمازیوں میں کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی اور وہ سمجھ گئے کہ آپؐ تشریف لائے ہیں۔ وہ آپؐ کو امامت سپرد کرنے کے لئے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے، لیکن رسولؐ اللہ نے ان کو پشت پر تھپکی دے کر نماز جاری رکھنے کا اشارہ دیا۔ جب نماز ختم ہو گئی تو آپؐ نے اپنی نماز جاری رکھتے ہوئے نامکمل حصہ کو مکمل کیا۔ پھر وہ اپنے حجرہ مبارک میں واپس تشریف لے گئے۔

صحابہؓ کرام آپؐ کو اپنے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ آپؐ کی طبیعت سنبھل گئی ہے۔ مگر افسوس! دوپہر کی شدید گرمی نے آپؐ کو ایک دم متاثر کیا۔ آپؐ وصال فرما گئے۔ آپؐ نے آخری وقت میں حضرت عائشہؓ کو بتایا کہ آپؐ کو مزید زندہ رہنے کی دعوت دی گئی ہے لیکن آپؐ نے اپنے رب کے پاس جلد جانے کو ترجیح دی ہے۔

رسولؐ اللہ کے اچانک انتقال کی خبر سے مسلمانوں کو ناقابلِ بیان صدمہ پہنچا۔ اکثر صحابہ کرامؓ نے اس حقیقت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کے سامنے قرآن کی ان آیات کی تلاوت کی:

'اور محمدؐ کچھ بھی نہیں مگر (اللہ کے) پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے نبی گزر چکے ہیں۔ کیا ایسا (ممکن) ہے کہ وہ فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ؟...'
(۳۔ ال عمران:۱۴۴)

یہ سننا تھا کہ بے یقینی کی فضا ختم ہوگئی۔ مسلمانوں نے حقیقت کو تسلیم کر لیا۔ جذبات کا رنگ بدل گیا اور وہ بے اختیار زار و قطار رونے لگے۔ افسردگی کی لہر نے نہ صرف مدینہ بلکہ تمام اسلامی علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حضرت بلالؓ کے غم کی شدت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد حجرہ مبارک میں آپؐ کا دیدار کرنے تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپؐ کے جسد مبارک کو بستر پر پڑے دیکھا، تو ان کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کا اپنا دم گھٹ رہا ہو۔ پھر ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور ان کو تھوڑا سا سکون محسوس ہوا۔ وہ سر جھکائے حجرہ مبارک سے باہر آ گئے۔ ان کو رسولؐ اللہ کی اپنے لئے محبت، ہمدردی اور خلوص پر مبنی لاتعداد واقعات یاد آ رہے تھے۔ وہ اپنے خیالوں میں گم بھاری قدم اٹھاتے ہوئے سیدھے اپنے گھر واپس چلے گئے، مگر سو نہ سکے۔ وہ حسبِ معمول فجر کے وقت سے کچھ دیر پہلے مسجد پہنچے۔ نمازی حسبِ دستور نماز کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے، لیکن آج روزانہ کے معمولات میں کچھ فرق آ گیا تھا۔ آج رسولؐ اللہ کے حجرہ مبارک کا دروازہ بند تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت بلالؓ کی آنکھوں سے آنسو ایک مرتبہ پھر رواں ہو گئے۔ وہ اب کبھی بھی اس دروازے کے پاس جا کر آواز نہ لگا پائیں گے:
"یارسولؐ اللہ! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔"

انہی سوچوں میں گم وہ مسجد کی چھت پر اذان دینے کے لئے پہنچے اور بآواز بلند اذان دینی شروع کی:

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

اشھد ان لا الہ الا اللہ!

اشھد ان لا الہ الا اللہ!

اشھد ان م... م... م.....

وہ نام محمدؐ ادا نہ کر پائے اور بے اختیار ہچکیاں لے کر رونے لگے۔ مسجد میں جمع نمازی حضرت بلالؓ کی آہ و بکا سن کر خود بھی زار و قطار رونے لگے۔ حضرت بلالؓ نے کسی نہ کسی طرح باقی ماندہ اذان مکمل کی، مگر مستقبل میں اذان دینے سے معذرت کر لی۔

اس وقت مسلمانوں کے لئے رسولؐ اللہ کا نائب چننے کا مسئلہ فوری توجہ کا محتاج تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ نے امامت کے لئے چنا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں نے آپؐ کے اس چناؤ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنی سربراہی کے لئے چن لیا۔ حضرت بلالؓ ان صحابہ کرامؓ میں شامل تھے جنہوں نے فوراً ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت بلالؓ کا یہ فیصلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا احسان مند ہونے کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ ان کے کردار، خلوص، دینی قربانیوں، عقل و فراست اور شخصی قابلیت کی وجہ سے تھا۔ اس کے باوجود جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا:
" اگر آپ نے مجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا تھا تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ لیکن اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا تھا کہ میں ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں، تو بات دوسری ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواباً کہا:
" یقیناً میں نے تمہیں اللہ کے نام پر آزاد کیا تھا۔ تم پر کوئی پابندی نہیں کہ میرا احسان مند ہو کر میری بات پر عمل کرو۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کو رسولؐ اللہ کے وصال کے فوراً بعد بے شمار اندرونی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کو مسلمانوں کی مخالف ایرانی اور رومی حکومتوں کے خلاف

لاتعداد جنگیں بھی لڑنا پڑیں جن میں اسلامی فوجیں اپنے اعتقاد، خلوص اور قربانیوں کی وجہ سے ہر میدان میں فتح یاب ہوئیں۔
جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے حضرت بلالؓ نے شام میں اسلامی فوج میں شامل ہوکر مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ لہٰذا جب حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا شہر یروشلم فتح ہوا تو حضرت بلالؓ بھی ان فاتح مجاہدوں میں شامل تھے۔ یروشلم کے سرکردہ افراد نے اصرار کیا کہ وہ شہر کی چابیاں صرف اور صرف خلیفۂ وقت کے حوالے کریں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ مدینہ سے یروشلم آئے۔ حضرت بلالؓ، جو سربراہ فوج حضرت ابوعبیدہؓ کے دستے میں شامل تھے، ان کے ساتھ حضرت عمرؓ کے استقبال کے لئے شہر سے چند میل باہر نکل آئے۔

حضرت عمرؓ نے اہلیان شہر کے ساتھ معاہدہ کیا۔ پھر وہ حضرت سلیمانؑ کے ہیکل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، جسے پہلی صدی عیسوی میں یہودیوں کے شہر بدر ہونے کے بعد مسمار کر دیا گیا تھا۔ جلد ہی وہ جگہ ڈھونڈ نکالی گئی۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کو وہاں اذان دینے کے لئے کہا۔ یہ غیر معمولی واقعہ تھا۔ وہ انکار نہ کر سکے۔ انہوں نے اذان دینی شروع کی۔ خلیفہ سمیت وہاں موجود رسولؐ اللہ کے تمام ساتھیوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔ ان کے دلوں میں رسولؐ اللہ اور آپؐ سے منسوب بے شمار واقعات کی یاد تازہ ہو گئی۔

یہ پہلا موقعہ تھا کہ حضرت بلالؓ نے آپؐ کے وصال کے بعد اذان دی۔ پھر انہوں نے اس واقعے کے ۵ سال بعد اپنی موت سے کچھ عرصہ پہلے ایک اور اذان دی۔ ہوا یوں کہ ان دنوں ان کے دل میں روضہ رسولؐ پر جا کر دعا مانگنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے مدینہ جانے کا ارادہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ سیدھے مسجد نبوی گئے اور نماز ادا کی۔ اس کے بعد وہ آنکھوں میں آنسو لئے روضۂ رسولؐ کی طرف مڑے اور آپؐ کے حضور اپنا سلام پیش کیا۔ پھر وہ سر جھکا کر وہیں بیٹھ گئے۔ ان کے ذہن میں رسولؐ اللہ کے ساتھ گزرے ہوئے شاندار لمحات، آپؐ کی دل موہ لینے والی باتیں اور آپؐ کے وصال تک کے مشہور واقعات ایک ایک کر کے گھومنے لگے۔ یکا یک ان کو اپنے کندھے پر تھپکی کا احساس ہوا۔ انہوں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو دو خوبرو نوجوانوں کو کھڑا پایا۔

" اوہ! حسن اور حسین! میرے پیارےؐ کے لاڈلے نواسو!" انہوں نے فوراً اپنی جگہ سے کھڑے ہوکے ان کو گلے لگا کر فرطِ جذبات سے مغلوب ہوکر چومتے ہوئے کہا۔

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ان کو رات بسر کرنے کے لئے اپنے گھر لے جانا چاہتے تھے مگر حضرت بلالؓ کی دلی تمنا تھی کہ وہ یہ رات مسجد نبوی ہی میں گزاریں۔ یہ سن کر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور فجر کے وقت مسجد میں واپس آئے۔ انہوں نے حضرت بلالؓ سے اذان دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت بلالؓ اس جذبات سے بھرپور استدعا کو رد نہ کرسکے اور انہوں نے پہلے کی طرح مسجد کی چھت پر جا کر اذان دی۔ گہری نیند سوئے ہوئے مسلمان یہ مانوس آواز سن کر یکایک بیدار ہوگئے۔ انہوں نے یہ آواز پہچان لی۔ حضرت بلالؓ کی وہاں غیر متوقع موجودگی نے انہیں حیرت میں ڈال دیا۔ وہ فوراً مسجد نبوی پہنچے اور حضرت بلالؓ سے ملاقات کی۔ اس موقعہ پر بہت سے صحابہؓ کرام رسولؐ اللہ کو یاد کرکے رو دیئے۔

رسولؐ اللہ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ نے اپنی زندگی کے باقی ۱۰ سالوں میں صرف ان ہی دو مواقع پر اذان دی۔ ایک حضرت عمرؓ کے کہنے پر آپؐ کے دو پیغمبر بھائیوں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے ہیکل کے مقام پر اور دوسری جنت میں نوجوانوں کے سرداروں، رسولؐ اللہ کے چہیتے نواسوں، کے کہنے پر آپؐ کی مسجد میں۔ یہ ان کی زندگی کی آخری اذان تھی۔ اس طرح حضرت بلالؓ کو فقط رسولؐ اللہ ہی کا مؤذن کہا جاسکتا ہے۔

اختتامیہ...

حضرت بلالؓ کی روداد زندگی اسلامی دنیا بالخصوص بیسویں صدی کے امریکی مسلمانوں کے لئے بہترین مشعلِ راہ ہے۔ حضرت بلالؓ غلامی کی زنجیر میں بندھے ہونے کے باوجود ایک ذمہ دار، ایماندار، مخلص اور سچے انسان تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں کچھ وقت لیا لیکن جب ان کو اس کی صداقت پر یقین ہوگیا، تو وہ اسلام پر پختہ ایمان لے آئے... ایسا پختہ ایمان جو فولاد سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ اور جوں جوں ان کو اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، ان کا ایمان پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتا چلا گیا۔ آزادی کے بعد ان کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی جس نے ان کو مزید منکسر المزاج اور نیک طبع بنا دیا۔ ان کی شخصیت میں غرور کی رمق تک موجود نہ تھی۔ رسولؐ اللہ کے وصال کے بعد بھی ان کے رویے میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ ان کو نہ تو کبھی کسی عمدہ عہدے یا سرداری کی خواہش ہوئی اور نہ ہی انہوں نے کبھی آپؐ کے ساتھ وابستہ عہدہ پر فخر محسوس کیا۔ انہوں نے خود کو دوسرے جانثاروں کے درمیان اللہ کا ایک سیدھا سادا اور سچا سپاہی بنے رہنے ہی کو ترجیح دی۔ ان کی اپنے اصولوں پر پختگی اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے رسولؐ اللہ کے وصال کے بعد شدید غم کے باوجود اپنے محسن اور دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خاطر مدینہ نہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

حضرت بلالؓ کی رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دلی وابستگی اور وفاداری کا

مظاہرہ ان کے آخری ایام میں بستر مرگ پر ان کی حرکات وسکنات سے جھلکتا ہے۔ وہ خوش تھے کہ موت کو گلے لگا رہے ہیں۔ جو ان کو ایک مرتبہ پھر دونوں پیاروں سے ملا دے گی۔

اوپر ذکر کئے گئے مدینہ کے سفر سے واپسی کے فوراً بعد حضرت بلالؓ بیمار پڑ گئے اور ان کی حالت دن بدن خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مدینہ کا سفر مسجد نبوی اور اس میں واقع رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقبروں کے آخری دیدار کے لئے تھا۔ حضرت بلالؓ کی وفادار بیوی ہند نے آخری ایام میں ان کی بہت خدمت کی۔ وہ موت کو ان کے قریب سے قریب تر ہوتے دیکھتی رہی، لیکن وہ اس کو ٹال نہ سکتی تھی۔

آخر حضرت بلالؓ نے ہند کی بانہوں میں دم دے دیا، اور ان کا سر اس کے سینہ پر ڈھلک گیا۔ ہند نے یہ دیکھا اور اس کو یکایک خوف نے گھیر لیا۔ وہ چلائی:
" اوہ! میرا اتھاہ کن غم کتنا شدید ہے!"

اس کی چیخ کی آواز سے حضرت بلالؓ کے جسم میں ایک لمحے کے لئے زندگی کی حرارت عود کر آئی جو یہ کہنے کے لئے کافی تھی:
" نہیں! میری خوشی کتنی زیادہ ہے۔ میں اپنے پیاروں محمدؐ اور انکے ساتھیوں کو جلد ملنے والا ہوں!"
یہ کہہ کر انہوں نے دم توڑ دیا۔

اور یہ تھی حضرت بلالؓ کی سوانح حیات۔ وہ مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں جوان ہوئے۔ انہوں نے مدینہ ہجرت کی اور بے پناہ شہرت حاصل کی۔ انہوں نے اپنے آخری ایام شام میں گزارے اور وفات کے بعد دمشق میں دفن کر دیئے گئے۔

حضرت بلالؓ نہایت دھیمے مزاج کے انسان تھے۔ ان کی کسر نفسی کی جھلک مندرجہ ذیل دلچسپ داستان میں نظر آتی ہے:
اسلام کے ابتدائی زمانے میں بالغ مردوں میں ابھی صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ ہی ایمان لائے تھے کہ ایک شخص، جس کا نام عمرو ابن عبسہ تھا، عرب کے کسی دور دراز علاقے سے مکہ آیا۔ اس کی عکاظ کے سالانہ میلے میں رسولؐ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے اُسے احکام الٰہی کے بارے میں مطلع کیا۔ اس کو ہدایت کی یہ روشنی نہایت جامع لگی۔ اس نے فوراً اسلام قبول

کرلیا۔ وہ آپؐ کی اجازت سے اپنے قبیلے میں واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد اس کی آپؐ سے ملاقات فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے مدینے میں ہوئی۔ عمرو ابن عبسہ اپنی کہانی خود بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

" جب میں پہلی مرتبہ رسولؐ اللہ کو ملا تو میں نے آپؐ سے پوچھا:
آپ کے ساتھ اس دین پر اور کون قائم ہے؟

رسولؐ اللہ نے جواب میں فرمایا:
'مردوں میں دو شخص۔ جن میں ایک آزاد ہے اور ایک غلام'

یہ سن کر مجھے کچھ عرصے تک یوں محسوس ہوتا رہا جیسے میں ایک چوتھائی اسلامی دنیا ہوں!"

غور کیجئے عمرو بن عبسہ کو اس بات پر کتنا فخر تھا کہ وہ رسولؐ اللہ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ کے بعد اسلام قبول کرنے والا چوتھا بالغ مرد تھا۔ اور اسی کیفیت کے پیش نظر وہ اپنی ذات کو اس وقت ایک چوتھائی اسلامی دنیا تصور کر رہا تھا۔ یقیناً ہم اس کی سوچ کو تنقید کا نشانہ نہیں بنا سکتے مگر اس پس منظر میں حضرت بلالؓ کی کسرِ نفسی کو سراہ ضرور سکتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی راہ میں بے پناہ اذیتیں اٹھانے کے باوجود اپنے آپ کو کبھی بھی ایک تہائی اسلامی دنیا تصور نہ کیا۔ حضرت بلالؓ کے کردار اور کسرِ نفسی کی وضاحت رسولؐ اللہ کی حدیثوں میں جابجا ملتی ہے۔ آیئے آخر میں ہم یہاں پر ان حدیثوں میں سے چند کو بیان کرتے ہیں:
ایک مرتبہ رسولؐ اللہ نے حضرت بلالؓ کو کہا:
" یا بلال! میں نے دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو رہا ہوں اور تم وہاں پہلے ہی سے موجود ہو۔ تم میں آخر وہ کون سے نیک اعمال ہیں، جن کی وجہ سے تمہیں یہ سعادت نصیب کی جا سکتی ہے؟"

" یا رسولؐ اللہ! " حضرت بلالؓ نے جواب دیا: "میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا البتہ مجھے جب بھی موقعہ ملتا ہے، میں وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر لیتا ہوں۔"

ایک دوسرے موقع پر رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا:
"بلال بہت عظیم ہے! اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش صرف مومن ہی کر سکتے ہیں۔ بلال یقیناً تمام مؤذنوں کا سردار ہے اور مؤذنوں کا شمار قیامت کے روز خوش قسمت ترین انسانوں میں ہوگا۔"

ایک اور حدیث میں رسولؐ اللہ حضرت بلالؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:
" قیامت کے روز میں براق* پر، میری بیٹی فاطمہ میری اونٹنی قصوا پر اور بلال جنت سے لائی گئی ناقہ پر سوار ہوں گے۔"

اسی طرح آپؐ نے ایک اور موقعہ پر فرمایا:
"بلال اس مکھی کی طرح ہے جو کھاتی میٹھا اور کڑوا ہے لیکن اگلتی صرف شہد ہے۔!"

*وہ گھوڑا جو شب معراج آپؐ کو بیت المقدس لے گیا تھا۔

حوالہ جات

A. ***Al-Qur'an:***

- Abdullah Yusuf Ali, *The Holy Qur'an,* (Arabic text and translation with notes), published by the Islamic Center 1975.

B. ***Hadith:***

- Bukhari, Muhammad Ibn Isma'il, *Sahih,* Halabi Press, Cairo, 1953.
- Ibn Hanbal, Ahmad, *Al-Musnad,* (6 volumes) Beirut Reproduction of Cairo edition, 1313 A. H.
- Muslim Ibn Hajjaj, *Sahih,* Misriyyah Press, Cairo, 1930.
- Shaikh 'Ala' al-Din, *Kanz al-'Ummal'* Hyderabad, 1312 A. H.

C. ***Biographical and Historical Works:***

- Dhahabi-al, Shams al-Din, *Siyar A'lam al-Nubala',* (Biographies of the Noble Men), Ma 'arif Press, Cairo, 1957.
- Ibn Abd al-Barr, *al-Isti'ab fi-Ma'rifat al-Ashab,* (The Comprehensive Works on the Knowledge of the Prophet's Companions), Hyderabad, 1318 A.H.
- Ibn Al-Athir, *al-Kamil fi-al-Tarikh,* (The Comprehensive Works on History), Halabi Press, Cairo, 1303 A.H.
- *Usud al-Ghabah,* (The Knights of the Castle), al-Wahbiyyah Press, Cairo, 1280 A.H.
- Ibn Hajar al- 'Asqalani, *al-Isabah fi-Tamyiz* al-Sahabah, (The True Record That Distinguishes the Prophet's Companions) , Sa'adah Press, Cairo.
- Ibn Hisham, Muhammad Ibn 'Abd al-Malik, *Sirat al-Nabi,* (The Biography of the Prophet, peace and blessings be upon him), Madani press, Cairo, 1963.
- Ibn Sa'd, Muhammad, *al-Tabaqat al-Kubra,* (The great Works on the Classes of Men), Beirut, 1960.
- Jad-al-Mawla, Muhammad, *Muhammad: al-Mathal al-Kamil,* (Muhammad: The Perfect Model of Conduct), Cairo, 1937.
- Tabari-al, Muhammad Ibn Jarir, *Tarikh al-Uman Wa-al-Muluk,* (History of Nations and Rulers), Husayniyyah Press, Cairo.
- Waqidi, *al-Maghazi,* (The Military Campaigns), edited by M. Jones, Oxford University Press, 1966.

بلالؓ
ابن رباح
- ایک عظیم صحابی رسولؐ

"... پھر بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ رسول اللہؐ اور ان کے پیچھے حضرت بلالؓ دروازے کے اندر سے نمودار ہوئے۔ رسول اللہؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا اور وہ اذان دینے کیلئے کعبہ کا غلاف پکڑ کر چھت پر چڑھنے لگے۔

وہاں پر موجود ہر آنکھ انکا تعاقب کر رہی تھی اور کافروں کے ذہنوں میں یہ سوال ابھر رہا تھا

"یہ حبشن کا بیٹا کیا کرنے جا رہا ہے؟"

مگر وہ خاموش تھے۔ انکے خیال میں جو کچھ ہونے والا تھا کیونکہ بلال نے متبرک کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر اسکے مقدس حرم کی بے حرمتی کر کے انکے خداؤں کی ناراضگی مول لے لی تھی۔ لہذا شاید بلال کو آگ آن دبوچے اور وہ جل جائے۔

وہ دیکھتے رہے اور حضرت بلالؓ دیوار پر بغیر کسی رکاوٹ کے چڑھتے چلے گئے۔ ان کے خدا اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولے بنا، مضبوط لمبے لمبے بازو پھیلائے اب بھی چپ چاپ کھڑے اور بے بس کھڑے تھے۔ حضرت بلالؓ کو کوئی آنچ نہ آئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیت اللہ کی چھت پر پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنے جسم کو سیدھا کیا، لمبا سانس لے کر صبح تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھری اور اپنے پرعزم شگفتہ لہجے میں باآواز بلند اذان دینی شروع کی۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!	اللہ اکبر! اللہ اکبر!
اشہد ان لا الہ الا اللہ!	اشہد ان لا الہ الا اللہ!
اشہد ان محمد رسول اللہ!	اشہد ان محمد رسول اللہ!

وہ اذان دیتے چلے گئے... اور اس دوران مشرکین نے حضرت علیؓ کو رسول اللہؐ کی ہدایت پر ان کے خداؤں کو یکے بعد دیگرے شکست و نابود کرتے ہوئے دیکھا۔ اذان ختم ہوئی... اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے شریک بھی!"

ڈاکٹر محمد عبدالرؤف نہایت مشہور و مقبول اسلامی عالم ہیں۔ ان کا حضرت بلالؓ کی زندگی پر تحریر کردہ یہ واقعہ اور ایسے ہی بے شمار دوسرے روح پرور واقعات اس کتاب کی زینت ہیں۔ جو سچ اور حقیقت کے متلاشی قارئین کی معلومات میں اضافے کا باعث بن سکتے ہیں۔

زاہد نیاز